احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ

ربوہ

جولائی ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، اُنتالیسویں ۳۹ سالانہ مرکزی تربیتی کلاس (مئی ۱۹۹۵ء) کے موقع پر نمائندگان کلاس سے خطاب فرما رہے ہیں۔

احمدی نوجوانوں کے لیئے!

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

ماہنامہ خالد ربوہ

جولائی ۱۹۹۵ء

جلد ۴۲ | قیمت ۵ روپے، سالانہ ۵۰ روپے | شمارہ ۹

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

پبلشر: مبارک احمد خالد

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد"

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

فہرست مضامین

اداریہ

خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"......میں......جماعت احمدیہ کو یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک عظیم الشان خوشخبری عطا کی ہے جس کے پورا ہونے کے دن آچکے ہیں۔

میں نے چند دن ہوئے رویا میں دیکھا کہ تذکرہ میرے سامنے کھلا پڑا ہے اور اس کے ایک طرف ایک پیراگراف ہے جس پر میری نظریں مرکوز ہیں اور میرے ذہن میں یہ اللہ کی طرف سے ڈالا گیا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود..... کی یہ پیشگوئی ہے جس کے پورا ہونے کے دن آچکے ہیں اور وہ پیشگوئی میں پڑھتا ہوں۔ اس میں سب سے مرکزی بات جس پر میری نظر اٹک جاتی ہے اور وہ طرز بیان دل کو بہت ہی لذت پہنچاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ علماء اپنی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے اور جس طرح دکھ اور آزار پہنچانے کے لئے دن رات کوشش کر رہے ہیں اسی طرح کرتے چلے جائیں گے لیکن جس طرح خزاں کے موسم میں بھڑوں کے ڈنگ جھڑ جاتے ہیں اور وہ نیش زنی کرنے سے عاجز آجاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کا دل نہیں چاہتا۔ پنجابی میں تو ہم ان کو "دوگا" کہا کرتے تھے اردو میں مجھے علم نہیں لیکن وہ الفاظ جو الہام کے وہاں لکھے ہوئے ہیں وہ "دوگے" کے لفظ ہی لکھے ہوئے ہیں اور وہ مضمون تو بالکل یہی ہے' الفاظ ممکن ہے آگے پیچھے ہو چکے ہوں۔ ذہن میں پوری طرح وہ یاد نہ رہے ہوں وہ یہ تھے کہ مولوی تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے اور ڈنگ مارتے چلے جائیں گے لیکن خدا کی تقدیر ان کو "دوگا" کردے گی اور ڈنگ مارنے کی طاقت ان سے جاتی رہے گی۔

پس یہ وہ خوش خبری ہے جو میں دیکھ رہا ہوں کہ لازماً اس کے پورا ہونے کے دن آرہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر عطا فرمائی ہے اور میں نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعود...... کے الہامات میں ان الفاظ میں کوئی پیشگوئی تھی یا نہیں تھی مگر جس رنگ میں خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے' یہ مضمون ضرور کہیں موجود ہے۔ پس ان مولویوں کو میں کہتا ہوں کہ جو زور تم سے لگتا ہے لگاتے چلے جاؤ۔ دعائیں کرو۔ گریہ و زاری کرو اور اس کی توفیق نہیں تو گالیاں بکتے چلے جاؤ۔ ہر قسم کی سازشیں کرو مگر میرے خدا نے یہ فیصلہ کر لیا ہے اور جماعت احمدیہ کے خدا نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کی تقدیر تمہارے ڈنگ نکال دے گی اور جماعت کو بالآخر تمہارے آزاروں سے نجات بخشی جائے گی"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸۔ مئی ۱۹۹۰ء)

یہ ایک خوشخبری تو ہے ہی لیکن ہمیں دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے دن جلد از جلد ہمیں دیکھنے نصیب کرے جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے نشان روز روشن کی طرح ساری دنیا دیکھے۔ آمین

کلام الامام امام الکلام

مُتّقی کون ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں، وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے، ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے، ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے تو عزت نہیں پائی۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی یہ تو فضل الٰہی تھا ان صدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے۔ یہی فضل کے محرک تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے آپ نے ہر ایک بد تحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (الاحزاب)

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۳-۲۴ طبع جدید)

سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقام

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ایک جگہ اہل بیت نبوی سے اپنی محبت و الفت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی عظمت و جلالت شان کی بابت فرماتے ہیں۔

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است

کہ میرا جان و دل میرے محبوب آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال پر قربان ہے اور میرے جسم کی خاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے کوچہ پر نثار ہے۔

پھر ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

نہالیست از باغ قدس و کمال
ہمہ آں او ہم چوں گل ہائے آل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکار دو عالم خدائی قدس و کمال کے باغ کا ایک خوبصورت پودا ہیں اور آپ کی تمام آل اس خوبصورت پودا کے خوش رنگ اور خوشبودار پھول ہیں۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت نبوی کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین و طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے"۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳ جلد نمبر ۴)

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں علیؓ اور ان کے دونوں بیٹوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو ان سے

(مکرم بشیر احمد صاحب زاہد۔ راولپنڈی)

دشمنی رکھتے ہیں"۔

(سر الخلافہ صفحہ ۵۳۔ ترجمہ از عربی عبارت)

اور حق بات یہ ہے کہ اہل بیت نبوی بالخصوص حضرت امام حسینؓ سے یہ محبت محض زبانی کلامی نہ تھی بلکہ آپ کی اس محبت کا یہ بھی ایک عملی پہلو تھا کہ جب بھی محرم الحرام آتا تو آپ کے دل کی ایک عجیب کیفیت ہو جاتی۔ ایسے ہی ایک محرم الحرام کی داستان الم حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سناتی ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:۔

"محرم الحرام کے دن تھے۔ (....) اپنے باغ میں چارپائی پر لیٹے تھے کہ .... آپ نے بچوں کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ آؤ! میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے جاتے تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے ان کو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا یزید پلید نے بھی یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے رسول کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین تھا"۔

(الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۰ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی کے اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کس قدر بے پایاں محبت رکھتے تھے اور آپ کی المناک شہادت سے آپ کو کس قدر دلی صدمہ اور غم پہنچا تھا کہ اس کے تصور سے بھی آپ بے چین اور اشک بار ہو جاتے تھے اور دوسروں کو بھی اشکبار کر دیتے تھے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ اس کے ثبوت میں تین اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین.... کی تحقیر کرتا ہے یا کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے"۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۳۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے.... میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے..... پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا"۔ (نزول المسیح صفحہ ۳۶)

پھر ایک اور انداز سے اپنی اس محبت کو جو آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے رکھتے تھے آپ کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے اس کا اظہار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے تھا جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتدا کرنے والے ہیں جو اس کو ملی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو اس سے عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے"۔ (فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۳۷)

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے ان ارشادات سے پوری شان سے یہ بات نمایاں ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تقویٰ، محبت الٰہی، صبر و استقامت اور زہد و عبادت میں ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں اور آپ کے نزدیک کوئی شخص بھی اس وقت تک خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا نہیں بن سکتا جب تک وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایمان اور اخلاق اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش کو انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر نہیں لے لیتا اور آپ کی محبت میں فنا ہو کر آپ کی تمام ان خوبیوں کو اپنے دل میں نہیں کر لیتا جو آپ کے وجود باجود میں پائی جاتی تھیں اور اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کس قدر روحانی بلند مقام تھا کہ آپ علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا بننے کے لئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تمام خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔

یہی نہیں بلکہ آپ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے ایک اور قابل رشک پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے رقم فرما ہیں:۔

"دیکھو! حضرت امام حسین جنہوں نے ہمیشہ ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی اور سید سید کر کے پکارے جاتے تھے انہوں

نے بھی سختی کا زمانہ دیکھا تھا.... چونکہ ان کو آنحضرت ﷺ سے ایک قسم کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا تعلق رکھنے والے کو ضائع کرے۔ سو ان کے واسطے ایسے ایسے سامان میسر کر دیئے کہ وہ خدا کی راہ میں شہادت پانے کے قابل ہو گئے اور سابقین کے ساتھ مل گئے"۔ (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۰۳ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ وہ اس طرح گم نام ہوں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کی موت سے وفات دی تاکہ وہ دنیا میں قیامت تک نیک نام سے مشہور ہوں"

(البدر ۲۰۔ مارچ ۱۹۰۳ء)

یہی نہیں بلکہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو "امام معصوم" "امام کامل" اور "مردان خدا" میں شمار کرتے ہیں۔ جن کو دنیا ہمیشہ ہی پہچاننے سے محروم رہتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر.... مگر وہی جو انہی میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ہے کیونکہ وہ شناخت نہیں کئے گئے۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی۔ تا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی جاتی"۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۳۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۳۴)

پھر آپ اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے جس میں حضرت نبی کریم ﷺ نے مسیح ابن مریم کے دمشق میں نازل ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ اس سے حضرت امام حسین کی زندگی کے اس مظلومانہ واقعہ کی ایک نمایاں خوبی اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اترنے والا ہے..... وہ مثیل مسیح اور حسینی الفطرت ہے۔ یہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ امام حسین کا "مظلومانہ واقعہ" خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے..... اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تا پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور وجفا کی راہ سے دمشقی اشقیاء کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے"۔

(ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۶۸ تا ۷۰)

پھر ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں:۔

"قتل الحسین سید المظلومین" (سر الخلافہ صفحہ ۳۰)

کہ "حضرت امام حسین جو مظلومین کے سردار تھے قتل کر دیئے گئے"۔

اور ان تمام ارشادات سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ "امام معصوم" "امام کامل" "مرد خدا" "سید المظلومین" اور "شہید" تھے۔ اور اس کے برعکس آپ یزید کو کافر، پلید اور خدا کا دشمن کہتے ہیں اور آپ ان لوگوں کو اپنی جماعت میں ہی نہیں سمجھتے جو حضرت امام حسین کی اس عظمت و شان کے منکر ہیں اور یزید پلید کو آپ پر کس نوع کی فضیلت دیتے ہیں۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا ظالم

تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا"

مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضاء کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز پر جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو۔ سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں لیکن بد نصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا"۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۴۶)

اور ان لوگوں کی بابت جو احمدی کہلا کر پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی روا رکھتے ہیں یہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تئیں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ (نعوذباللہ) حسین بوجہ اس کے کہ اس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے اطاعت نہیں کی باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راست باز کے منہ سے ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں"۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ)

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو آپ کی محبت سے معمور فرمائے اور عملی رنگ میں اس کے اظہار کی توفیق بخشے اور آپ کے ایمان، تقویٰ، استقامت اور محبت الٰہیہ کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لینے کی طاقت عنایت فرمائے اور آپ کی کسی لمحہ بھی بے ادبی کے تصور سے بھی محفوظ رکھے۔ اے ہمارے قادر مطلق خدا! تو ایسا ہی کر!!

ایمبولنس سروس

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے شعبہ خدمت خلق کے زیر انتظام ایمبولینس سروس جاری ہے جو ہمہ وقت ضرورت مند افراد کے لئے دستیاب ہوتی ہے اور یہ خدمت کا سلسلہ نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماہ ستمبر ۱۹۹۴ء تا مئی ۱۹۹۵ء کے عرصہ میں کل ۵۴۷ افراد کو یہ سروس فراہم کی گئی۔ ان میں سے ۱۲۶ مستحق افراد کو یہ سہولت مفت اور ۱۴۳ افراد کو رعایتی کرایہ پر ایمبولینس مہیا کی گئی۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اس نافع الناس کام کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز اس سے بڑھ کر بنی نوع انسان کی خدمت کی سعادت بخشے۔ آمین

مہتمم خدمت خلق
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

ادارہ خالد سے خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

صاحبِ مہر و وفا ارض و سما کیوں چُپ ہے

ہم پہ تو وقت کے پہرے ہیں خدا کیوں چُپ ہے

بے سبب غم میں سُلگنا مری عادت ہی سہی

سازِ خاموش ہے شعلہ نوا کیوں چُپ ہے

پھُول تو سہم گئے دستِ کرم سے دَمِ صُبح

گنگناتی ہوئی آوارہ صبا کیوں چُپ ہے

ختم ہوگا نہ کبھی سلسلۂ اہلِ وفا

سوچ اے داورِ مقتل یہ فضا کیوں چُپ ہے

مُجھ پہ طاری ہے رہِ عشق کی آسُودہ تھکن

مُجھ پہ کیا گزری مرے چاند بتا کیوں چُپ ہے

جاننے والے تو بہت جان گئے ہوں گے علیم

ایک مُدّت سے ترا ذہنِ رسا کیوں چُپ ہے

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ

(قسط اوّل)

جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل

(مرتبہ: سلطان احمد صاحب پیرکوٹی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ اشاعت ہدایت کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ قرآن کریم میں بھی عملاً آخری زمانہ میں صحائف کی اشاعت بکھری ہوئی اقوام کے اجتماع کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں۔ آج جب ان پیشگوئیوں کے نتیجہ میں واقعی تمام دنیا ایک بین الاقوامی وحدت بن چکی ہے اور اکناف عالم میں بسنے والے افراد مختلف قسم کے رشتوں سے مربوط ہو چکے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحائف و نشریات نے اس ربط کے قیام اور افزائش میں گراں قدر حصہ لیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی جماعت کو بھی توفیق ملی ہے کہ وہ صحافتی لٹریچر کے ذریعہ دین حق کے پیغام کو دنیا تک پہنچائے اور اس طرح نہ صرف اپنے فرض کو ادا کرے بلکہ قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کا موجب بنے۔

زیر نظر مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ کے نظام یا اس کے افراد کے اہتمام میں شائع ہونے والے جرائد کا تعارف کرایا جائے اس فہرست کو قطعی طور پر مکمل نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ معلومات میسر نہ آنے کی وجہ سے بعض رسائل کا ذکر اس میں نہ آسکا ہو تاہم اس مجموعہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے دین حق کی اشاعت کے لئے اس وسیلہ سے کما حقہ فائدہ اٹھایا اور نہ صرف ملک کی مقامی زبان میں دین حق کے پیغام کو پہنچانے کا اہتمام کیا بلکہ بین الاقوامی طور پر سمجھی جانے والی زبانوں میں بھی خدا تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق کے مطابق اس کی اشاعت کے لئے جرائد اور رسائل کا اہتمام کیا ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے تاریخ اشاعت کے لحاظ سے ان جرائد و رسائل کو ترتیب دی جائے اگر کسی وجہ عدم علم یا تساہل سے ایسا نہیں ہو سکا تو اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

☆ ہفتہ وار "الحکم" قادیان ☆

یہ سلسلہ احمدیہ کا پہلا اخبار ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا بازو قرار دیا تھا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں جماعت کی خدمت کا ایک عظیم موقع ملا ہے۔ یہ تاریخ احمدیت کا حامل ہے۔ اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رہے گا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے اور مخلص رفیق حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی الاسدی) نے اکتوبر ۱۸۹۷ء امرتسر سے جاری کیا۔

۱۸۹۸ء میں اسے قادیان منتقل کیا گیا۔ پہلے یہ دستی پریس پر چھپتا رہا پھر ۱۹۰۶ء میں اخبار نے اپنے سرمایہ سے مشین پریس مہیا کر لیا۔

۱۹۲۵ء کے نصف اول میں اس اخبار کے ایڈیٹر انگلستان تشریف لے گئے اور ۱۹۲۷ء میں یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت سے واپس آئے اس سفر کے دوران آپ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے اور بھی بعض ناگزیر حالات پیش آئے جن کی وجہ سے اخبار کی اشاعت ۱۹۳۴ء تک معرض التوا میں رہی۔

جنوری ۱۹۳۴ء میں اس کا دوبارہ اجراء ہوا اس دور میں اس کے ایڈیٹر شیخ محمود احمد صاحب (مجاہد مصر) ابن حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الاسدی مقرر ہوئے جو تاوفات اس کے ایڈیٹر رہے۔

تقسیم ملک کے بعد ۱۹۵۱ء میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الاسدی کے (پوتے) شیخ محمد سلمان صاحب خالد عرفانی نے اسے کراچی سے جاری کیا لیکن یہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔

"الحکم" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبہ کے محفوظ کرنے، مخالفین کے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب دینے اور سلسلہ احمدیہ کے حقوق کو محفوظ کرانے میں بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ میں اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

☆ ہفتہ وار "البدر" قادیان ☆

یہ اخبار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بزرگ رفیق حضرت منشی محمد افضل صاحب مرحوم نے مشرقی افریقہ سے واپسی پر ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو قادیان سے جاری کیا۔ جو ان کی وفات تک باقاعدہ جاری رہا۔ اس کا پہلا نمونہ کا پرچہ "القادیان" کے نام سے چھپا مگر اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "البدر" نام تجویز فرمایا۔

حضرت منشی محمد افضل صاحب کی وفات کے بعد چند روز توقف کے بعد دوبارہ جاری ہوا اس دفعہ اس کی ادارت کے فرائض حضور اقدس کے ایک بزرگ اور مقرب رفیق حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد ہوئے۔ جو بعد میں ایک لمبے عرصہ تک انگلستان اور امریکہ میں اعلائے کلمہ حق کے فرائض ادا کرتے رہے۔ اور اس کے بعد سلسلہ کے بعض اہم عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے تقرر پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ملنے کو اخبار کی قسمت جاگ اٹھنے سے تعبیر فرمایا۔ دور جدید میں اسکا نام "البدر" کی بجائے "بدر" کر دیا گیا۔

اس اخبار کو احمدیت کی تاریخ میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ "الحکم" اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بازو تھا تو "البدر" آپ کا دوسرا بازو تھا۔ "البدر" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات کو محفوظ کیا۔ الہامات اور تازہ وحی احباب جماعت تک پہنچانے میں نہایت احتیاط سے اپنے فرض کو ادا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائریاں وقت کے تقاضے کے لحاظ سے اہم دینی علمی اور اخلاقی مضامین

کے علاوہ اس میں حضرت خلیفہ المسیح الاول (اللہ ان سے راضی ہو) کا درس القرآن بھی شائع ہوتا رہا۔
یہ اخبار خلافت اولی کے زمانہ تک جاری رہا۔ ۱۹۱۳ء میں بند ہوگیا۔ اس کا آخری پرچہ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۳ کو شائع ہوا

☆ ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ☆

یہ رسالہ ۱۹۰۲ میں مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی ادارت میں جاری ہوا۔ آپ کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب بی اے مترجم قرآن (انگریزی) مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے سابق مشنری جرمنی۔ حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب ایم اے سابق مشنری انچارج انگلستان مشن۔ مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز سابق مشنری جاپان اور مکرم چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی کو اس کی ادارت کا فخر حاصل ہوا۔

۱۹۲۵ سے ۱۹۵۱ء تک یہ رسالہ لندن سے مربیان سلسلہ احمدیہ لندن کی ادارت میں نکلتا رہا۔ پھر واپس قادیان آگیا۔ تقسیم ملک کے بعد یکم جنوری ۱۹۵۳ء سے جناب صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی ایم اے مرحوم سابق انچارج مشن امریکہ کی ادارت میں ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ جناب صوفی صاحب کی موصوف کی وفات کے بعد چوہدری مظفرالدین صاحب بنگالی بی اے اس رسالہ کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

۱۹۶۰ء میں مکرم میر داؤد احمد صاحب مرحوم پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ اس کے مینجنگ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اور جولائی ۱۹۶۲ء سے اپریل ۱۹۷۳ء تک اس پر مکرم میر صاحب مرحوم اور محترم مرزا غلام احمد صاحب ایم اے کا نام بطور مدیر چھپتا رہا۔ مکرم میر صاحب مرحوم کی وفات کے بعد مئی ۱۹۷۳ء سے ادارت کے فرائض محترم مرزا غلام احمد صاحب ایم اے کے سپرد ہوئے۔ اور جب تک یہ رسالہ ربوہ سے نکلتا رہا آپ ہی اس کے مدیر رہے۔

۱۹۸۳ء میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ رسالہ بیک وقت ربوہ لنڈن اور جکارتا (انڈونیشیا) سے شائع ہو اور اس کے ایڈیٹر محترم بشیر احمد خاں صاحب سابق امام بیت الفضل لنڈن مقرر ہوئے۔ لیکن ۱۹۸۴ء کے اوائل میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے یہ انتظام جاری نہ رہ سکا۔

آج کل یہ رسالہ لنڈن سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے مقاصد میں دین حق کی تعلیمات کی اشاعت موازنہ مذاہب اور "دین حق" کی برتری بر ادیان عالم ثابت کرنا ہے۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالی براہ راست نگرانی فرماتے ہیں اور موجودہ ایڈیٹر محترم بشیر آرچرڈ انگریز مربی سلسلہ ہیں۔ اس کی طباعت جماعت کے اپنے پریس واقع لندن "الرقیم پریس" میں ہوتی ہے۔ یہ رسالہ ساری دنیا میں بھجوایا جاتا ہے۔ تفصیلی اور اصولی نگرانی کے لئے ایک ایڈیٹوریل بورڈ مقرر ہے۔ لوگوں کو مصلح وقت اس کے دلائل و نشانات اس کی تعلیم اور اعتقادات اس کے علوم و معارف اور خدا تعالی تک پہنچنے کے لئے اس کے تجویز کردہ

رستہ سے واقفیت پہنچانے میں اس رسالہ نے بہت اہم حصہ لیا ہے۔

☆ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز(اردو)☆

یہ رسالہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر مولوی محمد علی صاحب ایم اے مرحوم کی ادارت میں جاری ہوا۔ مولوی صاحب کے قادیان سے چلے جانے کے بعد مکرم مولوی محمد دین صاحب بی اے سابق مربی امریکہ مکرم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل آف گولیکی صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی اے سابق مربی جاپان اور مولوی علی محمد صاحب فاضل اجمیری کو اس کے مدیر ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد یہ رسالہ ابھی تک دوبارہ جاری نہیں ہوا۔

یہ رسالہ اسی نام کے انگریزی رسالہ کا اردو ایڈیشن تھا جو اپنے وقت میں اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے نبھاتا رہا اور جس کے فائل علم کا ایک عمدہ ذخیرہ ہیں۔ اس رسالہ میں دوسرے قیمتی مضامین کے علاوہ ضمیمہ کے طور پر حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب مرحوم کی بیان فرمودہ تفسیر القرآن بھی چھپتی رہی جو بعد میں علیحدہ کتابی شکل میں جمع کردی گئی۔

☆ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" قادیان☆

نوجوانان احمدیت کے اندر تحریر کا ملکہ پیدا کرنے کی غرض سے حضرت المصلح الموعود (اللہ ان سے راضی ہو) نے ۱۹۰۶ء میں جاری فرمایا شروع شروع میں یہ رسالہ سال میں چار بار نکلتا تھا۔ بعد میں ماہوار کر دیا گیا۔ اس کا نام خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تجویز فرمایا ۱۹۱۱ء میں اس کے مدیر مکرم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل مقرر ہوئے اور ۱۹۲۱ء تک ان کی ادارت میں یہ رسالہ شائع ہوتا رہا بعد میں ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) کو مدد پہنچانے کے لئے اس میں مدغم کر دیا گیا۔

اگرچہ یہ رسالہ نوجوانوں کا سمجھا جاتا تھا لیکن تاہم اپنے زمانہ میں اس نے سلسلہ کی اہم خدمات سرانجام دیں۔ یہ رسالہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات جماعت تک پہنچاتا رہا۔ احمدیت پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیتا رہا "دین حق" کا منور چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنا، مشاہیر کی سوانح عمریاں شائع کرنا اور مسائل شرعیہ سے ناواقف لوگوں کو واقفیت بہم پہنچانا اس کے فرائض میں سے تھا۔

(باقی آئندہ)

روشن ستارے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

(تحریر: مکرم مقصود احمد صاحب منیب)

نام و نسب:- آپ کا پورا نام مفتی محمد صادق تھا۔ آپ کا شجرہ نسب ۴۷ ویں پشت میں جاکر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد سے جاملتا ہے۔

پیدائش:- آپ ۱۱ جنوری ۱۸۷۲ء کو صبح ساڑھے چھ بجے بھیرہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم:- آپ نے ۱۴ سال کی عمر میں ۶ ماہ تک حضرت حکیم الحاج مولوی نورالدین صاحب کے پاس جموں کشمیر میں ترجمہ القرآن پڑھا۔ اس کے علاوہ آپ نے دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی اور انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی۔ عبرانی آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر سیکھی اور علاوہ ازیں عربی اور فارسی میں بھی خاصی دسترس رکھتے تھے۔

ملازمت:- ۱۸۹۰ء میں حضرت مفتی صاحب انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد جموں چلے گئے اور وہاں مدرسہ میں ملازم ہو گئے۔

اس ملازمت کے علاوہ آپ لاہور میں اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں بھی ملازم رہے۔ اس وقت آپ مزنگ چونگی لاہور میں کرائے کے مکان میں رہائش پذیر تھے۔

بیعت:- ۳۰ جنوری ۱۸۹۱ء کو آپ نے نواب محمد علی خان صاحب کے شہر والے مکان کے نیچے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔

قادیان کی طرف ہجرت:- ۱۹۰۱ء میں آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔

جماعتی خدمات:- ۱۹۰۱ء میں آپ نے دوسری ملازمتوں کو خیر باد کہہ دیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ البدر کے ایڈیٹر بھی رہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری برائے حضرت خلیفہ المسیح الثانی بھی رہے۔ بطور ناظر امور خارجہ بھی خدمات سرانجام دیں اور انگلستان اور امریکہ کے ابتدائی مبلغ کے طور پر بھی آپ کو خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔

حضرت مفتی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کو بکثرت نوٹ کیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ کے پاس بہت سی نوٹ بکس موجود تھیں جن میں حالات و واقعات درج تھے۔

خدمت دین کے لئے سفر:- ایک طرف تو آپ نے خدمت دین کی خاطر ہندوستان کے طول و عرض میں واقع مختلف شہروں اور دیہات اور قصبوں کی طرف سفر کئے۔ تو دوسری طرف آپ کو بیرون ملک بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ انگلستان بھی دعوت الی اللہ کے ضمن میں گئے اور امریکہ میں بھی جماعت احمدیہ کے پہلے باقاعدہ مبلغ آپ ہی تھے۔

جوش تبلیغ:- حضرت مفتی صاحب کو ہمہ وقت تبلیغ دین حق کی دھن لگی ہوئی تھی اور آپ کا طریق تبلیغ بھی ایک عجیب انداز اپنے اندر رکھتا تھا۔ مثلاً ایک دفعہ بمبئی کے بازار میں ایک دوست کے ساتھ گزر رہے تھے کہ آپ کے کسی ساتھی نے آپ سے کہا کہ

اس عرضی نویس کو تبلیغ کریں۔ فرمایا کہ ابھی کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا کہ ایک اچھا سا خط لکھوانا ہے۔ عرضی نویس نے کہا لکھوائیے۔ آپ نے لکھوانا شروع کیا۔ فرمایا کہ

جناب نظام صاحب والی حیدر آباد کے نام لکھو اور اس میں لکھو کہ:-

"حضرت رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام دنیا کو محمدی جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے آنا تھا' قادیان میں اس کا ظہور ہو چکا ہے اور میں آپ کو اس کے ماننے کی دعوت دیتا ہوں" (لطائف صادق صفحہ ۳۹ مصنفہ محمد اسماعیل پانی پتی)

اس طرح عرضی نویس کو بھی دعوت دے دی اور پھر وہ خط والی حیدر آباد کو بھی پوسٹ کر دیا۔

○ پھر جب انگلستان سے امریکہ گئے تو ایئرپورٹ پر امیگریشن کے افسر نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں تو آپ نے بتایا کہ میرا نام محمد صادق ہے اور میں ہندوستانی مسلمان ہوں اور انگلستان میں رہ کر اب یہاں آیا ہوں۔ پھر پوچھا کہ آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ فرمایا کہ دین حق کی تبلیغ کرنے آیا ہوں تو اس نے کہا کہ ہم تو آپ کو ہرگز امریکہ میں رہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں بھی واپس نہیں جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے آپ کو نظر بند کر دیا۔ جس مکان میں آپ کو نظر بند کیا گیا تھا اس میں کچھ یورپین قیدی بھی رکھے گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے یہ موقع غنیمت جانا اور انہیں تبلیغ کرنا شروع کر دی اور ایک ایک' دو دو کر کے بفضلہ تعالیٰ وہاں ۱۵ احمدی بن گئے۔

اس واقعہ کی اطلاع جب وہاں کے افسران بالا کو ملی تو انہوں نے فوری طور پر آپ کی رہائی کا حکم جاری کر دیا کہ یہ تو بڑا خطرناک آدمی ہے۔ چنانچہ اس طرح آپ کو نظربندی سے رہائی ہوئی اور آپ آزادی سے تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

(لطائف صادق مصنفہ محمد اسماعیل پانی پتی۔ صفحہ ۴۸)

○ امریکہ میں قیام کے دوران ایک دفعہ ایک سوسائٹی نے آپ کو اپنے ہاں اسلام کے موضوع پر لیکچر دینے کو کہا اور لیکچر کے خاتمہ پر ایک پادری صاحب نے اٹھ کر کہا کہ آپ تن تنہا جو ہندوستان سے چل کر آئے ہیں' سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کس طرح یہاں کامیاب ہو جائیں گے اور یہاں کون سا تیر مار لیں گے؟ ہم نے سینکڑوں مشنری ہندوستان بھیجے ہوئے ہیں جو دن رات نہایت تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ان کے مقابلہ پر آپ اکیلے آدمی یہاں کیا کریں گے۔ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ جو سوال آپ نے اس وقت اٹھایا ہے یہ اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ گویا آپ نے اپنے منہ سے اسلام کے مذہب حق ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ دیکھیں آپ کے پادریوں نے سو برس میں اربوں روپیہ پانی کی طرح بہا کر ہندوستان میں جو کچھ کام کیا ہے اسے دیکھئے اور مجھ اکیلے نے دو برس میں جو یہاں کام کیا ہے اس کا مقابلہ کیجئے۔ آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ نسبت کیا ہے اور کس نے کام زیادہ اور عمدہ کیا ہے؟ اس غیر ملک میں مجھ اکیلے کی کامیابی ہی عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کی عظیم الشان فتح کا ثبوت ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا ایک مناظرہ:-

حضرت مفتی صاحب اپنے ایک نہایت ہی دلچسپ مناظرے کا حال اپنی ایک یادداشت میں قلمبند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

پہلی جنگ یورپ کا واقعہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں انگلستان کے وزیر اعظم جارج نے لندن میں ایک لیکچر دیا جس کا مضمون تھا

کہ ہم نے خود جرمن پر حملہ نہیں کیا بلکہ ان کی طرف سے ہوا ہے۔ ہم تو صرف اپنے بچاؤ کے لئے جنگ کر رہے ہیں اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر ہماری قوم کے لئے اس جنگ میں شریک ہونا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے وغیرہ وغیرہ۔ انہی ایام میں ایک عیسائی جو میرے ساتھ عموماً مذہبی مناظرات کیا کرتا تھا مجھ سے کہنے لگا کہ کیا آپ مذہب اسلام کی کوئی ایسی خوبی بتا سکتے ہیں جو عیسائی مذہب میں نہ پائی جاتی ہو۔ میں نے کہا یقیناً میں بڑی آسانی سے آپ کو اسلام کی ایسی خوبی بتا سکتا ہوں۔ سنئے! کیا آپ نے لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان کا وہ لیکچر نہیں سنا جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ انگریزوں کے لئے جرمنی کے خلاف جنگ کرنا اس لئے جائز اور ضروری ہے کہ وہ کسی پر از خود حملہ نہیں کر رہے بلکہ ان پر جو حملہ ہوا ہے اس کی مدافعت کر رہے ہیں۔

میں نے اس پادری سے کہا کہ اب آپ ذرا اس معاملہ کو اپنے یسوع مسیح کے سامنے پیش کریں اور اس سے پوچھیں کہ "بابا یسوع" جرمن ہم پر خود حملہ کر کے آیا ہے اور ہمیں تباہ اور غارت کر دینا چاہتا ہے۔ اب ہم کیا کریں؟ بابا یسوع کہتا ہے کہ تو بدی کا مقابلہ نہ کر۔ اگر کوئی تیرا کوٹ مانگتا ہے تو تو کرتہ بھی اتار کر دے دے۔ اگر تجھے کوئی ایک کوس بیگار میں لے جائے تو تو دو کوس چلا جا۔ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا بھی آگے کر دے۔ پس انگریز اور امن کے اتحادی اگر یسوع کی تعلیم پر عمل کرتے تو ان کو چاہیئے تھا کہ جرمنوں نے جس وقت ان پر حملہ کیا تھا تو ان سے کہتے کہ اگر تم بلجیئم مانگتے ہو تو شوق سے لے لو بلکہ اس کے ساتھ فرانس بھی لے لو۔ اور اگر فرانس چاہتے ہو تو اس کے ساتھ انگلستان بھی لے لو۔ لیکن انگریزوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ ان کو اس موقع پر یسوع کی تعلیم ناقص معلوم ہوئی اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو انہوں نے اس بارہ میں زیادہ عمدہ اور واجب العمل پایا اور اسی کو اختیار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس بارے میں یہ ہے کہ تم خود کسی پر حملہ نہ کرو لیکن اگر کوئی تم پر حملہ کرتا ہے تو بے شک اپنا بچاؤ کرو۔ پس آپ کو اور تمام عیسائی دنیا کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ کم از کم اس معاملہ میں آپ لوگوں کا طریق عمل اسلام کے موافق ہے نہ کہ عیسائیت کے مطابق۔

میرا خیال ہے کہ میں نے بہت اچھی طرح سے آپ کی بات کا جواب دے دیا ہے اور آپ کی خدمت میں کم از کم ایک خوبی ایسی پیش کر دی ہے جو اسلام میں ہے مگر عیسائیت میں نہیں پائی جاتی۔ میری اس گفتگو کو سن کر وہ پادری کہنے لگا کہ بے شک آپ کی یہ دلیل زبردست ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو خوبی اس وقت آپ نے اسلام میں بتائی ہے عیسائیت کا دامن اس سے خالی ہے۔

(لطائف صادق صفحہ ۵۷ تا ۵۹۔ مصنفہ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

وفات حضرت مفتی صاحب:۔

۱۳ جنوری ۱۹۵۷ء بروز اتوار صبح چھ بج کر ۳۵ منٹ پر آپ اپنے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ بیت المبارک ربوہ کے بیرونی احاطہ میں حضرت المصلح الموعود نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی چارپائی کو بہشتی مقبرہ تک کندھا بھی دیا۔ دفنانے کے بعد حضرت المصلح الموعود نے اپنے دست مبارک سے مٹی ڈالی اور پھر قبر تیار ہونے پر اجتماعی دعا بھی کروائی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات ۱۹۰۴ء میں

حضرت مفتی صاحب ایک دفعہ بیمار پڑ گئے تو آپ کی والدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئیں اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کی طبیعت سخت خراب ہے۔ دعا کریں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ۔

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

خواب ہی خواب کب تلک دیکھوں
کاش تجھ کو بھی اِک جھلک دیکھوں

چاندنی کا سماں تھا اور ہم تم
اب ستارے پلک پلک دیکھوں

جانے تُو کس کا ہم سفر ہوگا
مَیں تجھے اپنی جاں تلک دیکھوں

بند کیوں ذات میں رہوں اپنی
موج بن جاؤں اور چھلک دیکھوں

صبح میں دیر ہے تو پھر اِک بار
شب کے رُخسار سے ڈھلک دیکھوں

اُن کے قدموں تلے فلک اور مَیں
صرف پہنائیِ فلک دیکھوں

(مکرم عبیداللہ علیم صاحب)

اِحتیاطی

(مرسلہ:- مکرم راجہ برہان احمد صاحب کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔(جلد۵):-

"مولوی غلام علی صاحب کٹر وہابی تھے۔ وہابیوں کا یہ فتوی تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے جب کہ حنفی اس کے خلاف تھے۔ حنفیوں کے نزدیک ہندوستان میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جمعہ پڑھنا تب جائز ہوتا ہے جب سلطان مسلمان ہو۔ جمعہ پڑھانے والا مسلمان قاضی ہو اور جہاں جمعہ پڑھا جائے وہ شہر ہو۔ ہندوستان میں کیونکہ انگریز حکومت تھی اس لئے نہ سلطان مسلمان تھا اور نہ ہی قاضی۔ اس لئے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ ادھر چونکہ قرآن کریم میں وہ یہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے بلایا جائے تو فوراً تمام کام چھوڑتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑو۔ اس لئے ان کے دلوں کو اطمینان نہ تھا۔ ایک طرف ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ جمعہ پڑھیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی حنفی مولوی ہمارے خلاف کوئی فتوی نہ دے دے۔ اس مشکل کی وجہ سے ان کا دستور تھا کہ جمعہ کے روز گاؤں میں پہلے جمعہ پڑھتے اور پھر ظہر کی نماز ادا کر لیتے اور وہ خیال کرتے تھے اگر جمعہ والا مسئلہ ٹھیک ہوا تب بھی بچ گئے اور اگر ظہر کی نماز والا تب بھی بچ گئے۔ اسی لئے وہ ظہر کا نام ظہر کی بجائے "احتیاطی" رکھا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خدا نے اگر ہمارے جمعہ کی نماز کو الگ پھینک دیا تو ہم ظہر کو اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیں گے اور اگر اس نے ظہر کو رد کر دیا تو ہم جمعہ اس کے سامنے پیش کر دیں گے اور اگر کوئی "احتیاطی" نہ پڑھتا تو سمجھا جاتا کہ وہ وہابی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گورداسپور گئے۔ راستے میں جمعہ کا وقت آگیا۔ ہم نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد میں چلے گئے۔ آپ کا عام طریقہ وہابیوں سے ملتا جلتا تھا کیونکہ وہابی حدیثوں کے مطابق عمل کرنا اپنے لئے ضروری جانتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہی انسان کے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔ غرض آپ بھی مولوی غلام علی صاحب کے ساتھ گئے اور نماز پڑھی۔ جب مولوی صاحب نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو مولوی صاحب نے چار رکعت نماز ظہر پڑھ لی۔ آپ فرماتے کہ میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب جمعہ کی نماز کے بعد یہ چار رکعتیں کیسی ہیں۔ وہ کہنے لگے یہ احتیاطی ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! آپ تو عقیدتاً وہابی ہیں اور اس کے خلاف ہیں۔ کہنے لگے یہ احتیاطی ان معنوں میں نہیں کہ اگر خدا کے سامنے جمعہ قبول نہ ہوا تو ظہر بلکہ یہ ان معنوں میں ہے کہ لوگ مخالفت نہ کریں"۔

یہ ہمارے آج کل کے علماء کا حال ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے دنیا کو دین پر مقدم رکھے ہوئے ہیں۔ بس پیارے خدا سے اور رحمان خدا سے یہی دعا ہے کہ وہ ہماری دعا اھدنا الصراط المستقیم سنے۔ آمین

قسط نمبر ۴

بائبل پر ایک نظر

(مکرم شیخ عبد القادر صاحب)

تحریف و الحاق کی مثالیں :- انسانی ہاتھ نے جو ردوبدل کیا وہ نکال دیجئے۔ تورات سراسر ہدایت اور نور ہے۔ تورات میں تحریف و الحاق کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ کچھ گزر چکیں۔ دو تین اور مثالیں پیش ہیں۔

استثناء ۱۵ / ۱۸ :- خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے بھائیوں ہی میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔

تیسری صدی قبل مسیح میں جب عبرانی تورات کا یونانی ترجمہ ہوا تو اس وقت ۷۲ علماء بنی اسرائیل کے پیش نظر جو متن تھا اس میں الفاظ "تیرے ہی درمیان سے" نہیں تھے۔ نئے عہد نامہ میں اس بشارت کا حوالہ بایں الفاظ درج ہے۔

"خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا" اعمال ۲۲ / ۳، ۳۷ / ۷)

صاف ظاہر ہے کہ نبی موعود کی آمد کا حلقہ بنی اسرائیل تک محدود رکھنے کے لئے یہ تحریف کی گئی۔ اب یہ بات کھل گئی ہے اور صحیح متن منظر عام پر آگیا ہے۔

استثناء ۱۴-۲/۱۷ :- میں بادشاہ کے فرائض کا ذکر ہے۔ اسرائیلی بادشاہ کو گھوڑوں کی کثرت سے سخت منع کیا گیا لیکن استثناء ۱/۲۰ سے ظاہر ہے گھوڑے رکھے جاسکتے ہیں۔ علماء کے نزدیک پہلا حکم سراسر الحاقی ہے۔ حضرت سلیمان کی مخالفت میں یہ حکم افترا ء ہوا۔ مقصد یہ ہے سلیمان کی طرح اور کوئی بادشاہ گھوڑوں کی کثرت میں مبتلا نہ ہو۔ پیکس بائبل کومنٹری (۱۹۶۳) میں ہے :-

The King featured in this passage is clearly solomon and so the law probably belong to the early days of divided monarchy (238h)

پیدائش ۳۰-۳۸/۱۹ :- لوط اور اس کی بیٹیوں کا شرمناک اور ناپاک قصہ ہے۔ علماء کے نزدیک اسرائیل نے اپنے دشمنوں کو بدنام کرنے کے لئے ایک Myth کا سہارا لیا ہے۔ عوام میں اس قسم کے افسانے مشہور ہو جاتے ہیں۔ اسرائیلی داستان گو نے اس کہانی کو من و عن لے لیا اور کتاب مقدس میں درج کر دیا۔ پیکس بائبل کومنٹری میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

خروج ۳۲-۴/۳۲ :- میں ہے کہ ہارون نے بچھڑا بنایا۔ یہ تورات کے متن میں بعد کا اضافہ ہے۔

(ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ Aaron)

کتب تاریخ میں بھی تحریف و الحاق کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ دو ایک مثالیں درج ہیں۔

☆ کتاب سموئیل میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ایک سردار کی بیوی پر عاشق ہو گئے۔ قصہ کی تفصیل نہایت شرمناک ہے۔ علماء کے نزدیک یہ واقعہ کتاب مقدس میں بعد کا اضافہ ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سموئیل دوم ابواب ۹ تا ۲۰ کو علماء بنی اسرائیل نے حذف کر دیا تھا۔ کسی بعد کے مرتب نے دوبارہ شامل کر دیا۔ یہ نظریہ علماء عصر حاضر نے پیش کیا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پیکس بائبل کومنٹری (۱۹۵۲) صفحہ ۳۲۳۔

☆ سلیمان کو غیر اسرائیلی بیویوں نے شرک کی طرف مائل کر دیا۔ یہ ذکر سلاطین اول ۱۱ باب میں ہے۔ سبعینہ میں اس باب کی ترتیب میں فرق ہے۔ اسی طرح دوسرے اختلافات کے پیش نظر علماء کا خیال ہے کہ کسی بعد کے مورخ نے اس باب کو ایڈٹ کیا۔ پیکس بائبل کومنٹری (۱۹۶۳) میں ہے کہ اس باب کے مندرجات

Represents later deuteronomic editing of the historical record 295h

ظاہر ہے کہ اس قسم کے بیانات دشمنوں کی پھیلائی ہوئی باتیں ہیں۔

☆ عہد عتیق کی گم شدہ لائبریری

عبرانی لٹریچر کی ایک پوری لائبریری جس سے صحف بائبل کے مصنفین نے خوشہ چینی کی آج گم ہو گیا ہے۔ تورات کی چوتھی کتاب گنتی کے مصنف نے خداوند کی جنگوں کی کتاب کے حوالہ سے ایک نظم درج کی ہے۔ (گنتی ۱۴۔ ۱۵ر۲۱)

"کنوئیں نے جوش مارا" آگے چل کر یہ گیت درج ہے یہ بھی کسی پرانے نوشتہ سے اقتباس ہے۔ (گنتی ۱۷، ۱۸ر۲۱) قضات میں دبورہ کا گیت کسی پرانے ماخذ کا آئینہ دار ہے۔ (قاضیوں ۷ تا ۱۵ر۹)

کتاب یاشر (یشوع ۱۳ر۱۰) ناتان نبی کی تاریخ، جاد غیب بین کی تاریخ (تواریخ نمبر۱ ۲۷ر۲۹) عدو غیب بین کی رویاؤں کی کتاب (تواریخ نمبر۲ ۲۹ر۹)۔ شمع یاہ نبی کی کتاب (تواریخ نمبر۲ ۱۵ر۱۲) یاہو بن حنانی کی تواریخ (تواریخ نمبر۲ ۳۴ر۲۰)

یہ سارے وہ ینابیع ہیں جن سے پرانے مصنفوں نے استفادہ کیا۔ بائبل کا یہ گم شدہ سرمایہ ہے۔ حضرت سلیمان نے ۳ ہزار تمثیلیں کہیں۔ اس کی غزلیں ۱۰۰۵ تھیں۔ (سلاطین اول ۲۹ تا ۳۴ر۴)۔

کیتھولک بائبل میں اس پر نوٹ ہے:۔

"یہ سب کھوئی گئیں سوائے اس حصے کے جو امثال کی کتاب میں ہے اور اس کی خاص نظم جو نشید الاناشید (غزل الغزلات) کہلاتی ہے"۔

(عہد عتیق دوسری جلد کیتھولک ٹرتھ سوسائٹی لاہور۔ ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۵۹ حاشیہ)

☆ تورات سے طالمود تک

تورات کا دامن طالمود تک وسیع ہے۔ یہود کا عقیدہ ہے کہ دراصل حضرت موسیٰ کی وحی کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وحی مکتوب اور دوسری وحی غیر مکتوب۔ وحی غیر مکتوب طالمود میں ہے۔ طالمود کو یہودیوں کے ہاں تورات کی سی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک یہ مجموعہ تورات کی تفسیر ہے اور وحی کا ہم پلہ دراصل حضرت عزرا نے جب تورات کو دوبارہ جمع کیا تو حیات دنیا اور حیات آخرت کے صحف کو الگ الگ ترتیب دیا۔ تورات میں حیات آخرت کا ذکر نہیں۔ طالمود میں ہے بلکہ بہت زور ہے۔ صحیفہ عزرا چہارم میں ہے کہ حضرت عزرا نے ۲۴ نوشتے تو عوام الناس کے لئے ترتیب دیئے لیکن ستر صحیفے روحانی انسانوں کے لئے لکھے۔

(عزرا چہارم ۴۵۔۴۶، ۱۴)

عزرا کے مرتبہ صحائف کی باتیں طالمود میں ہیں لیکن مسخ شدہ صورت میں۔ اس طرح تورات کی باتیں طالمود میں ہمیں ملتی ہیں۔ تورات کا دامن طالمود تک پھیلا ہوا ہے۔

اشتباہ حروف:۔ اس نوع کی غلطیاں تورات میں عام ہیں۔ جارج ایم لامزا نے سریانی بائبل کا انگریزی میں ترجمہ شائع کیا ہے۔ انٹروڈکشن میں لکھتے ہیں:۔

"بائبل میں اشتباہ حروف کی وجہ سے اختلافات بلاشک وشبہ اس وقت پیدا ہوئے جب بنی اسرائیل کی جلاوطنی میں کتاب مقدس کا قدیم متن ضائع ہوگیا۔ عزرا نے از سرنو ترتیب متن کا آغاز کیا۔

لامزا نے بطور مثال اشتباہ حروف کی ایک فہرست دی ہے اور بتایا ہے کہ قدیم عبرانی رسم الخط میں ملتے جلتے حروف کی وجہ سے بعض الفاظ اصل سے مختلف ہوگئے۔ مثلاً عبرانی متن میں "موشحا" ہے جس کے معنی سانڈ کے ہیں۔ سریانی متن میں یہ لفظ "مشحا" ہے۔ جس کے معنی تیل کے ہیں۔ عبرانی میں "عوالے" ہے جس کے معنی بے دینی کے ہیں۔ سریانی میں "عوعالی" ہے۔ جس کے معنے معصوم بچوں کے ہیں۔ عبرانی میں "رمتھا" بمعنی خاک سریانی میں۔ رامتھا بلندی کے معنوں میں ہے۔ عبرانی میں قریتھا گاؤں اور سریانی میں قرنا بمعنی سینگ ہے۔ عبرانی متن کے مطابق سموئیل نمبرا ۲۴/۱ میں "تین بچھڑے" ہے۔ سریانی میں ایک تین سالہ بچھڑا۔ لامزا کی تحقیق میں سریانی متن ہر لحاظ سے صحیح ہے۔ عبرانی حروف میں ذرا سی تبدیلی سے معنوں میں فرق آگیا۔ اب ایک دلچسپ فرق ملاحظہ ہو۔ ایک غلطی جس کی قرآن حکیم نے توجہ دلائی قابل غور ہے جو ح اور ع کے فرق پر مبنی ہے۔ تورات میں ہے کہ بیضا دراصل ایک قسم کا برص تھا۔ (اخروج ۶/۴) سامی زبانوں میں صرح کے معنی صاف ہونا بغیر نقص کے ہونا اور صرع کے معنی مارنا صروع مارا ہوا خصوصاً کوڑھی صرعہ کوڑھ قرآن حکیم میں ہے کہ بیضاء من غیر سوء۔ بغیر کسی نقص کے ہاتھ چمکنے لگا۔ اسے ید بیضا کہتے ہیں۔ اسے تورات کی اصل زبان میں "آرامی عربی" میں صرح سے تعبیر کیا گیا۔ بعد میں زبان بدل

گئی۔ صرح بادنی تغیر صرع ہو گیا اور کوڑہ بن گیا۔

یہود کے لئے یحرفون الکلم آیا ہے۔ اس کی مثال گزر چکی۔ تورات میں اسماعیل اور یوسف کے لئے ایک ہی لفظ فرا آیا ہے۔ اسماعیل کے لئے اسے ذم بنا دیا۔ یوسف کے لئے مقام مدح۔ اسماعیل کے لئے اس کا ترجمہ جنگلی گدھا ہے اور یوسف کے لئے پھلدار شاخ۔ اب معلوم ہوا ہے لفظ ایک ہی ہے ترجمہ بھی ایک ہونا چاہئے اور دونوں جگہ مقام مدح میں ہے۔

☆ صحائف قمران اور بائبل کے نوشتے

عبرانی بائبل کے متن کی تاریخ کیا ہے۔ صحائف قمران کے انکشاف سے قبل ایک ہزار عیسوی کے نوشتے دستیاب تھے۔ یہ عظیم الشان انکشاف ہمیں ۲۲۰۰ سال پیچھے لے گیا۔ وادی قمران کے غاروں سے عبرانی بائبل کے اوراق پارینہ ملے۔ عبرانی بائبل کے ۱۸۰ نسخوں کے اوراق صحیفہ آشر کے سوا ہر نوشتے کے قطعات مل چکے ہیں۔ اب ہم دو سوسے تین سو قبل مسیح تک پیچھے جاکر متن کی جانچ اور پرکھ کرسکتے ہیں۔ وادی قمران میں کہف اول سے یسعیاہ نبی کا مکمل صحیفہ ملا جو کہ ۱۰۰-۷۵ قبل مسیح کا ہے۔ اس نسخہ میں عبرانی متن مسوراہی متن سے بعض جگہ مختلف ہے۔ متن اور ہجوں میں قابل ذکر اختلاف ہیں۔ یسعیاہ کا دوسرا نوشتہ شکستہ حالت میں اوراق متفرقہ کی صورت میں ملا۔ اس کا زمانہ پہلے نسخہ سے کچھ ہی بعد کا ہے۔ اس کا متن مسوراہی متن کے قریب ہے اور جو اختلاف ہیں ان میں کچھ اصلی متن کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ وادی قمران کے کہف چہارم سے بائبل کے عبرانی نوشتوں کا بے بہا خزانہ دستیاب ہوا۔ مندرجہ ذیل کتابوں کے ٹکڑے یا قطعات ملے ہیں۔ کتاب پیدائش کے ۵ نسخوں کے قطعات

خروج کے ۸ ٹکڑے' لاوی کے ایک نسخہ کا قطعہ' استثناء کے ۱۴ نسخوں کے قطعات' یشوع کے دو کے سموئیل کے ۳ کے' یسعیاہ کے ۱۲ کے' یرمیاہ کے ۴ کے' دانیال کے ۳ کے' امثال کا ایک' انبیائے اصغر کے ۸ نسخوں کے قطعات

صحائف قمران کے زمانہ میں مختلف فیہ متن موجود تھے۔ ملنے والے عبرانی نوشتوں اور انکے متن کا جب تجزیہ کیا گیا تو پتہ لگا کہ کچھ سبعینہ کے قریب تھے۔ بعض سامری تورات والے متن کے قریب اور زیادہ تر مسوراہی متن کے مشابہ۔

صحائف قمران سے کچھ دور وادی سربعات کے غار سے عبرانی بائبل کے ٹکڑے ملے ہیں۔ یہ غالباً ۱۳۵ قبل مسیح کے زمانہ کے ہیں۔ پیدائش "خروج احبار" یسعیاہ کے قطعات اور انبیائے اصغر کا نسبتاً مکمل صحیفہ۔ یہ مسوراہی متن کے مطابق ہیں۔ اختلافات بہت معمولی ہیں۔

اسی طرح Nahal Hever مقام سے کتاب گنتی کے قطعات ملے ہیں۔ یہ بھی مسوراہی متن کے آئینہ دار ہیں۔ یہودی قصبہ مسدا سے پہلی صدی کے قطعات بائبل ملے ہیں۔ احبار استثناء حزقی ایل اور

زبور کے ٹکڑے یہ مسوراہی متن کے حامل ہیں۔

غار نمبر ۱۱ سے زبور کا ایک نسخہ ملا ہے۔ یہ مکمل نہیں ہے۔ اس میں مسوراہی متن سے مختلف متن ہے۔ غار ۱۱ سے کتاب احبار یعنی لاوی کا ایک نسخہ ملا۔ یہ بھی مسوراہی سے مختلف متن کا حامل ہے۔ دو قطعات یرمیاہ کے غار ۴ سے ملے۔ ایک سبعینہ کے قریب ہے۔ دوسرا مسوراہی متن کے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (۱۹۷۴ء) میں "بلیکل لٹریچر" کے تحت تفصیل ملاحظہ ہو۔ خصوصاً ص ۸۸۵ کالم ۲، ۸۸۶ کالم ا۔ اس جائزہ سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل کے زمانہ میں کوئی ایک معین متن نہیں تھا بلکہ کئی متن تھے۔ ہر مکتب فکر نے اپنا متن متعین کر رکھا تھا۔ سبعینہ، سامری اور مسوراہی متن میں آج جو اختلافات ہیں ان کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ عبرانی نوشتے متون مختلف میں تھے۔ علماء ان کی تطبیق کرتے۔ اس طرح بحث کا بازار گرم تھا۔ یہاں تک کہ پہلی صدی میں علماء نے ایک متن قبول کر لیا اور باقی متن نذر آتش کر دیئے۔

وادی قمران کے صحائف میں ایک صادق استاد یا فرستادہ حق کا ذکر ہے۔ یہ اپنی جماعت کو تورات اور انبیائے سلف کے نوشتوں کی "صحیح" اور "راست" تفسیر و تاویل کرکے ان کو دعوت عمل دیتا تھا اور نبیوں کے کلمات کے اسرار کھولنے والا تھا۔

مواعظ کلیمنشائن دوسری صدی کی ایک اہم دستاویز ہے۔ اس میں ہے کہ ہمارا آقا یسوع ایک صادق پیغمبر ہے۔ وہ مزاج شناس نبوت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون سی بات عبرانی نوشتوں میں صحیح اور درست ہے، کونسی الہام خداوندی میں باطل اضافہ۔ مثلاً پیغمبروں پر اتہامات، خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف باتیں تورات کا حصہ نہیں ہیں بلکہ انسانی دستبرد ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ صحائف قمران کا صادق استاد اور حضرت مسیح ایک ہیں۔ اس تطابق میں لمحہ فکریہ ہیں۔

☆ عمداً تحریف و تبدل

عبرانی نوشتوں میں شروع سے تحریف و تبدل کا بازار گرم رہا۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا (۱۹۷۴) میں بائبل کے لٹریچر پر ایک پورا مقالہ درج ہے۔ اس میں ایک عنوان ہے "Deliberate Changes" (یہ نوٹ جلد ۲ ص ۸۸۴ کالم ۲ پر ملاحظہ کریں)۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبرانی متن میں کاتبوں نے عمداً تبدیلیاں کیں۔ بعض تبدیلیاں حاشیہ آرائی کا نتیجہ ہیں۔ بعض جگہ مشکل و متروک الفاظ کی بجائے متداول الفاظ داخل ہیں۔ یعنی پہلے حاشیے چڑھائے گئے، پھر وہ متن میں داخل ہو گئے۔ بعض جگہ تشریح بڑھا دی گئی۔

ایک تبدیلی بڑی دلچسپ ہے۔ دو مختلف فیہ متن سامنے تھے۔ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کون سا لفظ درست ہے اور کون سا غلط۔ کاتب نے دونوں لفظ درج کر دیئے۔ اس طرح دو مختلف الفاظ یا قراءتوں کو یکجا کرکے ایک عجیب صورت پیدا کر دی۔

باقی آئندہ

قسط نمبر۶

خالد کا سفر

(جلد نمبر۶ ـ نومبر ۵۸ء تا اکتوبر ۵۹ء کے شمارہ کا تعارف) (مدیر کے قلم سے)

شمارہ نمبر۱ ـ نومبر ۵۸ء

صفحہ ۸ پر حضرت ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ کی طرف سے "چند سوال اور ان کے جواب" ہیں۔ صفحہ ۱۱ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی سیرت از قلم امین اللہ خان سالک صاحب "مسلم شہری کے فرائض" ایڈیٹر کے قلم سے صفحہ ۱۷، موہنجوداڑو اور ٹھٹھہ کا تعارف" از قلم غلام باری صاحب سیف، صفحہ ۲۱ پر، "عربوں کی سوانح نگاری" از مکرم مظفر سمیع اللہ صاحب قریشی صفحہ ۲۵ پر

منظومات میں جناب عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے، نسیم سیفی صاحب اور قاضی ظہور الدین اکمل صاحب کا کلام شائع ہوا ہے۔

شمارہ نمبر۲ ـ دسمبر ۵۸ء

صفحہ ۵ پر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی سیرت، صفحہ ۸ پر ناقابل فراموش کے عنوان سے مولوی نور الحق انور صاحب کی دعوت الی اللہ کے واقعات ہیں، صفحہ ۱۷ پر مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کے قلم سے "خلافت ثانیہ کی بابرکت قیادت میں...... کا وسیع انتظام" صفحہ ۲۱ پر "میرے حالات" کے عنوان سے خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی اپنی قبول احمدیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ صفحہ ۳۱ پر مکرم سید داؤد احمد صاحب انور کا مضمون "عذاب قبر" کے عنوان سے ہے۔

اس کے علاوہ منظوم کلام میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، عزیز الرحمان صاحب منگلا، مکرم عبدالسلام صاحب اختر، مکرم نسیم سیفی صاحب اور اختر گوبند پوری صاحب کا کلام ہے۔

شمارہ نمبر۳ ـ جنوری ۵۹ء

"فقہ کی تدوین اور اس کا مختصر تاریخی جائزہ" کے عنوان سے مفتی سلسلہ احمدیہ ملک سیف الرحمان صاحب کا مقالہ صفحہ ۵ پر۔ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کا مقالہ "اسلامی نظریہ حیات" صفحہ ۱۰ پر۔ "ایک عرس اور ننکانہ صاحب" صفحہ ۱۵ پر۔ "عمرو حضرمی کا قتل۔ جنگ بدر کا پس منظر" از قلم مکرم مرزا رفیع احمد صاحب۔ صفحہ ۲۳ پر۔ "چین میں احمدیت کا مستقبل" از مکرم محمد عثمان چینی صاحب۔ صفحہ ۲۷، مکرم مولوی نور الحق انور صاحب کے "دعوت الی اللہ کے واقعات" ناقابل فراموش کے عنوان سے۔ صفحہ ۴۱ پر۔

منظوم کلام میں شیخ روشن دین صاحب تنویر کا کلام صفحہ ۱۸ پر، عبدالسلام اختر صاحب صفحہ ۱۹۔ نسیم سیفی صاحب صفحہ ۲۰۔ عبدالمنان صاحب ناہید صفحہ ۲۱ اور صفحہ ۲۲ پر مکرم عبیداللہ علیم صاحب کا کلام شائع ہوا ہے۔

اسی شمارہ کے Back ٹائیٹل پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دو تصاویر بھی شائع ہوئی جو کہ اس شمارہ کی تاریخی قدر و قیمت میں اضافہ کر رہی ہیں۔

شمارہ ۴ ـ فروری ۵۹ء

صفحہ ۶ پر مکرم مولوی نور الحق صاحب انور کی وہ تقریر "بانی اسلام آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے جو ۲۸ فروری ۱۹۴۸ء کو نیروبی ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۷ پر "شیطان کا منصب" کے عنوان سے مکرم زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا مضمون ہے۔

منظوم کلام میں صاحبزادہ ابوالحسن صاحب قدسی کی نظم صفحہ ۱۳ پر ہے۔

نشاط زندگانی کا ہے ساماں دل کی بے تابی
بہشت تازہ در داماں ہیں میرے اشک عنابی

صفحہ ۱۴ پر مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی کا کلام ہے۔

کافروں سے انہیں کد ہے نہ مسلمانوں سے
پھر الجھتے ہیں یہ دونوں تیرے دیوانوں سے
کوئی دیکھے تو ذرا سادگی اہل خرد
عشق کو ناپتے ہیں عقل کے پیمانوں سے
کیا گزرتی ہے در یار سے تادشت جنوں
یہ حقیقت کوئی پوچھے تیرے دیوانوں سے
جس طرف دیکھئے کعبے کا گماں ہوتا ہے
کون گذرا ہے مرے دل کے صنم خانوں سے
میکشو کچھ تو بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے
چشم ساقی سے چھلکتی ہے کہ پیمانوں سے
للہ الحمد مبشر مجھے شعروں کے سبب
ایک نسبت تو ہے بطحا کے حدی خوانوں سے

اس کے علاوہ عبدالسلام اختر صاحب اور قریشی مظفر سمیع اللہ صاحب کا کلام بھی شائع ہوا ہے۔

شمارہ ۵ ۔ مارچ ۵۹ء

صفحہ ۴ پر "مصلح موعود والی پیشگوئی مسیح موعود والی پیشگوئی کی فرع ہے" کے عنوان سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی تحریر ہے۔ صفحہ ۷ پر "تاریخ احمدیت کی معروف ہستی" کے عنوان سے وہ ایڈریس شائع ہوا ہے جو مکرم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی خدمت میں پیش کیا جب آنمکرم جامعہ احمدیہ کی سالانہ تقسیم انعامات کی تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔

اسی شمارہ سے مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی ڈائری شائع ہونا شروع ہوئی ہے۔ جس کی پہلی قسط صفحہ ۱۳ پر شائع ہوئی ہے۔ یہ ڈائری اس اعتبار سے بہت افادیت کی حامل ہے کہ اس میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے قیمتی ارشادات درج ہوئے ہیں۔ صفحہ ۲۳ پر مکرم مولوی نور الحق صاحب انور کی یادیں "ناقابل فراموش" کے عنوان سے، "انسان کی حیثیت کائنات عالم میں" مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب کے قلم سے صفحہ ۲۵ پر

منظومات میں مکرم محمد ھادی صاحب مونس کا کلام صفحہ ۱۲ پر ہے۔

عالم کا رخ بدل گیا تیری نگاہ سے
شیطان سرنگوں ہوا اک لاالہ سے
پھر لے چلا ہے دل مجھے کیوں بزم یار میں
مدہوش ہوچکا ہوں میں پہلے ہی چاہ سے
مونس کو ہے یہ ناز کہ وہ بن گیا ایاز
محمود کا غلام بھی بہتر ہے شاہ سے

اس کے علاوہ مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر کا کلام ہے

تڑپانا ہی گر تجھ کو لازم ہے تو تڑپا دے
میں موج ہی بن جاؤں لیکن مجھے دریا دے

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کے قطعات ہیں۔
مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی کا کلام ہے۔

عرش سے جو پیام آتے ہیں
پاکبازوں کے نام آتے ہیں
کس کو معلوم راہ الفت میں
کتنے مشکل مقام آتے ہیں

صفحہ ۲۲ پر مکرم عبداللہ علیم صاحب کا کلام ہے۔

ہے ازل سے یہی دستور محبت یارو
یہ نئی بات نہیں ہے کہ مجھے ہوش نہیں

شمارہ نمبر ۶ ۔ اپریل ۵۹ء

"میری ڈائری" از عبدالرحمان صاحب انور دوسری قسط صفحہ ۳، صفحہ ۵ پر وہ ایڈریس جو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں مکرم سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے پیش کیا جب آپ جامعہ

احمدیہ کی سالانہ کھیلوں کی تقسیم انعامات کے لئے مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ صفحہ ۹ پر مکرم مولانا عبداللطیف بہاولپوری صاحب کا مضمون "حضرت مصلح موعود کی شان از روئے قرآن" ہے۔ "حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی" یہ مضمون صفحہ ۱۷ پر ہے جو مکرم سلطان احمد صاحب پیرکوٹی کا تحریر کردہ ہے، صفحہ ۲۹ پر مکرم مولوی نور الحق صاحب انور کی یادیں "ناقابل فراموش" کے عنوان سے۔

منظومات میں مکرم قاضی ظہور الدین صاحب اکمل اور نسیم سیفی صاحب کا کلام ہے۔

شمارہ نمبر ۷ ۔ مئی ۵۹ء

صفحہ ۳ پر "میری ڈائری کے چند اوراق" کی تیسری قسط، صفحہ ۸ پر شیخ عبدالقادر صاحب کا مضمون "جب بھور پکے ہوئے تھے" صفحہ ۱۱ پر مکرم مسعود احمد صاحب دھلوی کا مضمون "خبر کی تخلیق اور اس کے مختلف مراحل" قسط اول، "ہدایت انسانی کے لئے وحی الہی کے تواتر کی ضرورت" از قلم مکرم عبدالوہاب صاحب افریقن مبلغین کلاس۔ ربوہ۔ صفحہ ۱۸ اور صفحہ ۲۰ پر مکرم مولوی عزیز الرحمان صاحب منگلا اپنے قبول احمدیت کی داستان بیان فرماتے ہیں۔ صفحہ ۲۳ پر ناقابل فراموش از قلم مولوی نورالحق صاحب انور، "اصحاب الیمین واصحاب الشمال کا عجیب نظارہ" از قلم مکرم عبداللطیف صاحب بہاولپوری صفحہ ۲۶۔ صفحہ ۲۹ پر ایک مزاحیہ تحریر ہے اور اس کے علاوہ مکرم روشن دین صاحب تنویر اور مصلح الدین صاحب راجیکی کا منظوم کلام ہے۔

شمارہ نمبر ۸ ۔ جون ۵۹ء

صفحہ ۵ پر "میری ڈائری" کی چوتھی قسط، "دنیا کی مختلف زبانیں سیکھیں" کے عنوان سے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی تقریر شائع ہوئی ہے جو آپ نے جلسہ سالانہ ۵۸ء کے اس اجلاس میں فرمائی جس میں دنیا کے مختلف کونوں سے آئے ہوئے احمدیوں نے باون زبانوں میں اپنے خیالات کا اظہار کیا، صفحہ ۱۶ پر "خبر کی تخلیق اور اس کے مختلف مراحل" قسط دوم، "ابن رشد" کے عنوان سے قاضی نعیم الدین احمد صاحب کا مقالہ صفحہ ۲۵ پر ہے۔

اس کے علاوہ منظومات میں روشن دین صاحب تنویر، مصلح الدین راجیکی صاحب، شیخ عبدالقادر لائلپوری، اور امین اللہ خان سالک کا کلام شائع ہوا ہے۔

شمارہ نمبر ۹ ۔ جولائی ۵۹ء

"میری ڈائری" پانچویں قسط از عبدالرحمان انور صاحب صفحہ ۳، "...... شجر مصلح موعود" کے عنوان سے مولوی نورالحق انور صاحب کا مضمون صفحہ ۷ پر، "احمدیت کا آغاز انڈونیشیا میں" از محی الدین شاہ صاحب صفحہ ۱۷ پر۔ "ابن حزم" از قلم مکرم سید داؤد احمد صاحب انور صفحہ ۲۴ پر اور اس کے علاوہ دیگر اعلانات مساعی خدام الاحمدیہ، نیز محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت کراچی اور خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب کی وفات پر قرار دادیں۔

منظومات میں محمد ھادی مونس صاحب کی نظم "خدا والوں کی بستی" اور مصلح الدین راجیکی صاحب کا کلام "نوائے بے نوا" کے عنوان سے صفحہ ۲۰ پر ہے۔

یہ ثبوت بے نیازی تجھے کیوں ہوا گوارا
کہ فلک سے توڑ پھینکا مری زندگی کا تارا
میری ہستی کا عالم تیرے کن کا منتظر ہے
میرے مہرباں دکھا دے فیکون کا نظارا

شمارہ نمبر ۱۱ ۔ ستمبر ۵۹ء

"میری ڈائری کے چند اوراق" کی ساتویں قسط صفحہ ۵ پر "ختم نبوت کے معنی اور مولوی غلام جیلانی صاحب برق" کے عنوان سے مکرم قاضی محمد نذیر صاحب کا مقالہ ہے۔ "اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق" محترم ملک سیف الرحمان صاحب کا یہ مقالہ مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے چوتھے سالانہ اجتماع میں پڑھا گیا، "نظریہ ام الالسنہ اور اس پر اعتراضات کے جوابات" از قلم مکرم ملک مبارک احمد صاحب ایڈیٹر البشری۔ قسط نمبر ۱ صفحہ ۱۹ پر۔

"ہمت کی دیواریں" از قلم مکرم حسن محمد خان صاحب عارف۔ صفحہ ۲۵ پر۔

اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کی مساعی اور مکرم روشن دین صاحب تنویر اور مصلح الدین صاحب راجیکی کا منظوم کلام شامل اشاعت ہے۔

شمارہ نمبر ۱۲۔ اکتوبر ۵۹ء

خدام الاحمدیہ خیر پور (سندھ) کے تیسرے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام صفحہ ۳ پر۔ "تحریک جدید اور وقت کے نئے تقاضے" از مکرم خلیل احمد صاحب ناصر، صفحہ ۶ پر "نظریہ ام الالسنہ اور اس پر اعتراضات کے جوابات" از قلم ملک مبارک احمد صاحب "بابے کی نگری" بابا فرید گنج شکر کے مزار کے بارے میں صفحہ ۱۴، "ایک احمدی خادم کی زندگی" از قلم مکرم مصلح الدین صاحب بنگالی صفحہ ۱۶،

اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کی مساعی ہیں۔ منظومات میں قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کی نظم شامل ہے۔

یوں جلد نمبر ۶ کے بارہ شماروں کا تعارف ختم ہوا۔ اس سال بھی رسالہ خالد کی ادارت کے فرائض مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے دئے۔ ادارہ تحریر میں کچھ ردو بدل ہوا ہے۔ پہلے معاون مدیر امین اللہ خان سالک صاحب تھے۔ لیکن دسمبر ۵۸ء کے شمارہ میں صفحہ ۱۴ پر شائع ہونے والے اعلان کے مطابق مکرم مولوی نور الحق صاحب انور اور مکرم قاضی مبارک احمد صاحب (سابق مبلغین افریقہ) بھی معاون مدیر مقرر ہوئے۔ البتہ پرنٹر و پبلشر سید عبد الباسط صاحب ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ادارہ "خالد" کے تمام کارکنان اور اس میں قلمی معاونت کرنے والوں کو کبھی بھی ختم نہ ہونے والے اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

بقیہ از صفحہ ۱۵

"ہم تو ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ آپ کو خیال ہوگا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت بہت پیارا ہے لیکن میرا دعوی ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے"۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ:۔

"وہ ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن، جوان صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

(الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء)

اسی طرح ذکر حبیب کے صفحہ نمبر ۳۳۰ پر درج ہے کہ غالبا ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے کہ اخباروں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ شاہ جاپان کو ایک نئے مذہب کی تلاش ہے اور اس غرض کے لئے جاپان میں ایک کانفرنس ہونے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں اس کا ذکر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ:۔

"ہم ایک مضمون لکھ کر مفتی محمد صادق صاحب کو وہاں بھیج دیں گے تاکہ اس کانفرنس میں ہمارا مضمون پڑھ دیں..... مفتی صاحب ایک بہادر آدمی ہیں"

حرف آخر:۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وفات کے ساتھ ہی ایک سنہرا باب بند ہوگیا۔ آپ نے تبلیغ کے میدان میں جو دیوانہ وار خدمت دین کی وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قرب خاص میں جگہ دے۔ آمین

جناح ٹرمینل کراچی — ایک تعارف

(م. نعمان۔ حیدرآباد)

قائد اعظم انٹرنیشنل ایئرپورٹ کا جناح ٹرمینل ایک ایسی جگہ ہے جس پر ہر اہل وطن یقیناً فخر کر سکتا ہے۔ اس کی خوبصورت عمارت دور سے ہی ہر ایک کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔ بیرونی دنیا کے لئے چونکہ کراچی ایئرپورٹ پاکستان کا دروازہ ہے لہٰذا یہ اشد ضروری تھا کہ یہاں ایک ایسی جگہ ہو جو ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی تہذیب و ثقافت کی بھی آئینہ دار ہو۔ چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناح ٹرمینل بنایا گیا۔ اس کی تعمیر کے بعد اب تقریباً پورا قائد اعظم ایئرپورٹ اسی عمارت کے ساتھ وابستہ ہے اور مسافروں کے علاوہ عام لوگوں کے لئے ایک تفریح گاہ کا کام دے رہا ہے۔

ڈیزائن اور ڈھانچہ

۱۹۸۵ء میں سوچے جانے والے اس منصوبے پر NESPAKE کے تعاون سے کام کا آغاز جنوری ۱۹۸۹ء میں ہوا اور تین سال آٹھ ماہ کے بعد اگست ۱۹۹۲ء میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اگر ماڈرن تکنیکی آلات استعمال نہ کئے جاتے تو اسے مکمل ہونے میں آٹھ سال سے زیادہ عرصہ صرف ہوتا۔

اس ٹرمینل کی مرکزی عمارت سات منزلہ ہے جس کے ساتھ دو سیٹلائٹ ہیں جہاں سولہ جہازوں کے بیک وقت کھڑا ہونے کا انتظام ہے۔ ہر سیٹلائٹ کے نو کونے ہیں۔ جن میں سے آٹھ پر جہاز کھڑے ہوتے ہیں جب کہ نواں کونہ ایک راہداری کے ذریعہ مرکزی عمارت سے منسلک کیا گیا ہے۔ ڈیزائن میں یہ سہولت رکھی گئی ہے کہ اسے مزید وسعت دی جا سکے۔ اس وقت اس عمارت کا سائز ۱۲ لاکھ مربع فٹ ہے اور توسیع کے بعد اس کا سائز اس سے تین گنا ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ دو مزید سیٹلائٹ بھی بن جائیں گے۔ جس کے بعد بتیس جہازوں کے بیک وقت کھڑا ہونے کا انتظام ہو جائے گا۔

شارع فیصل اور عمارت کے درمیانی حصے کو

خوبصورت سڑکوں کے ذریعے ملا دیا گیا ہے اور وہاں دو ہزار گاڑیوں کے کھڑے ہونے کے لئے ایک پارکنگ لاٹ بھی بنائی گئی ہے۔ اس پورے حصے میں خوبصورت درخت لگائے گئے ہیں جو بڑے ہو کر مزید خوبصورتی کا باعث ہوں گے۔ یہاں سے دو بڑے راستے نکلتے ہیں جن میں سے ایک پہلی منزل تک جاتا ہے جو آمدہ فلائٹس کے لئے ہے جبکہ دوسرا راستہ ایک خوبصورت پل کے ذریعے دوسری منزل تک جاتا ہے جہاں سے روانگی ہوتی ہے۔ وسیع چیک ان ہال ۲۴ میٹر لمبا ہے اور اس کی چھت ۱۶ میٹر بلند ہے۔ اس میں ۷۶ ایئر لائن چیک ان کاؤنٹر بنائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عمارت میں مختلف لاؤنج اور دفاتر ہیں۔ دفاتر کے ایریا میں ساؤنڈ پروف پارٹیشن لگائی گئی ہے جو ہٹائی بھی جا سکتی ہے۔ اس طرح ایک پرسکون ماحول میں کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس عمارت کی تعمیر میں ۷۰۰۰ ٹن لوہا استعمال کیا گیا ہے اور ایک سال میں اسے اسی لاکھ افراد استعمال کر سکتے ہیں۔ عمارت کی چھت کو المونیم، لکڑی اور جپسم پلاسٹر کے ساتھ خوبصورتی سے بنایا گیا ہے۔

ڈیزائن بناتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ یہ ایک ایسی عمارت ہو جو ہر طرح کی سہولیات کے ساتھ ساتھ ثقافت کی بھی عکاس ہو۔ چنانچہ مختلف جگہوں پر آرائش و زیبائش کے ذریعے علاقائی اور اسلامی ثقافت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خصوصی سہولیات

عمارت میں ایسی تمام سہولیات مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سب کے لئے اطمینان کا باعث ہوں۔ مسجد، بینک، پوسٹ آفس، ریسٹورنٹ، گفٹ شاپس اور ڈیوٹی فری شاپ بنائی گئی ہیں۔ سیڑھیوں کے علاوہ تیرہ لفٹس (LIFTS) اور آٹھ چلتی سیڑھیاں (ESCALATORS) ہیں۔ مسافروں کے سامان کے لئے آٹھ رابطہ بیلٹس ہیں جو ۶۰ سے ۹۰ میٹر طویل ہیں اور سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہیں۔ مرکزی عمارت سے سیٹلائٹ تک چلتا ہوا راستہ (MOVING WAY) بنانے پر بھی کام ہو رہا ہے۔ جس سے یہ ہوگا کہ مسافر کھڑے کھڑے ہی سیٹلائٹ تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ مسافروں کی سہولت کے لئے جگہ جگہ ٹیلیفون بوتھ، فلائٹ شیڈول کے خوبصورت بورڈ اور رنگین ٹیلی ویژن نصب ہیں۔

ایئر کنڈیشننگ سسٹم

چیک ان ہال کے سامنے والے حصے کے علاوہ، جہاں ہر شخص کو آنے جانے کی اجازت ہے،

باقی پوری عمارت مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ ایئر کنڈیشننگ کے لئے ایک الگ عمارت بنائی گئی ہے۔ جہاں پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے چار چلرز لگائے گئے ہیں۔ ایک وقت میں تین کام کرتے ہیں جب کہ چوتھا اسٹینڈ بائی کے طور پر رہتا ہے۔ ان چلرز سے پانی ٦C تک ٹھنڈا کرکے پائپ کے ذریعے مرکزی بلڈنگ میں نصب دس ٹینکوں تک پہنچایا جاتا ہے اور وہاں سے ٹھنڈی ہوا مختلف پائپوں کے ذریعے بلڈنگ کے مختلف حصوں تک پہنچائی جاتی ہے۔ اس طرح عمارت کے اندر کا درجہ حرارت تقریباً ٢٤C رکھا جاتا ہے۔

روشنی اور بجلی

ایئر پورٹ گرڈ اسٹیشن کو دو مختلف ذریعوں سے بجلی سپلائی ہوتی ہے تاکہ ایک کے فیل ہونے کی صورت میں کسی قسم کا حرج نہ ہو۔ اسکے علاوہ ایمر جنسی جنریٹر بھی ہیں جو ہنگامی صورتحال میں بھی ضروری مقامات کو بجلی سپلائی کرتے رہیں گے۔

عمارت کے اندر اور باہر روشنی کے لئے خوبصورت لائٹس نصب ہیں جن کا نظارہ رات کے وقت بہت دلکش ہوتا ہے۔

حفاظت

ڈیزائن کی مضبوطی اور آگ سے بچاؤ کے لئے تمام بین الاقوامی تسلیم شدہ اصولوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ جگہ جگہ سموک ڈیٹیکیٹر اور فائر الارم نصب ہیں۔ سموک کا پتہ چلنے کے ساتھ ہی خودکار نظام کے تحت الارم بجنا شروع ہو جائیں گے جس پر پھر قابو پایا جا سکے گا۔

مسافروں کے سامان کو چیک کرنے کے لئے ایکسرے مشینیں نصب ہیں۔ اس کے علاوہ مسافروں کو بھی خاص قسم کے مقناطیسی دروازوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جگہ جگہ کیمرے نصب ہیں اور عمارت میں ہونے والی ہر حرکت کو کنٹرول روم میں دیکھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں میں داخل ہونے کے لئے خاص مقناطیسی کارڈ سسٹم ہے۔ ماسٹر کی سسٹم کے تحت تمام دروازوں کے لاک اس طرح پروگرام کئے گئے ہیں کہ کسی بھی طرح کی بے جا مداخلت کی فوری اطلاع ہو جائے۔

بلڈنگ کنٹرول سسٹم

اس اعلیٰ پائے کی عمارت کو بہترین انداز میں کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ایئر کنڈیشننگ اور روشنی کا نظام مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہے اور ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ تقریباً ہر سسٹم کا ایک الگ کمپیوٹر کنٹرول روم ہے مگر مزید یقینی انتظام

بقیہ صفحہ ۳۳ پر

یہ دن بہت قیمتی ہیں

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کیلئے!

(مکرم مبشر احمد محمود صاحب)

نہ جانے اس غیر ترقی یافتہ اور ست رفتار زمانہ میں غالب کو ایسی کونسی مصروفیات رہتی ہوں گی کہ انہیں بھی "کم فرصتی" کا گلہ کرنا پڑا

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

ہاں البتہ آج کے برق رفتار دور میں اگر کوئی شخص تصور جاناں کے لئے فرصت کے رات دن کو ضروری سمجھتا ہو تو اسے یقیناً بڑی مشکل پیش آسکتی ہے۔ کچھ تو یہ دور ہے بھی تیز رفتار اور کچھ تیز رفتاری جلد بازی اور عدیم الفرصتی کے عذر کو بہت سے لوگوں نے بطور فیشن بھی اپنایا ہوا ہے۔ ورنہ مصروف سے مصروف معمولات کے دامن میں بھی کچھ نہ کچھ فرصت کے لمحات تو ضرور موجود ہوتے ہیں۔ بہر حال آج تو روئے سخن ان نوجوانوں کی طرف ہے جن کے پاس آج کل فرصت کے رات دن ہی نہیں بلکہ ہفتے اور مہینے ہیں مراد ان طلباء سے ہے جو میٹرک کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد اب نتیجہ اور پھر اس کے نتیجہ میں کالجوں میں داخلہ کے منتظر ہیں۔

طالب علم لائق ہو یا نالائق ہمارا نظام تعلیم کچھ ایسا ہے کہ امتحانات سے پہلے کے چند ماہ طلباء پر بڑے سخت گزرتے ہیں۔ اس لئے یہ سختی بھگت لینے کے بعد کچھ روز کی فرصت اور سیر و تفریح تو بہر حال طالب علم کا حق ہے جس سے اسے محروم نہیں کرنا چاہئے لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ یہ پہاڑ سر سے اتار لینے کے بعد اکثر طلبا کچھ اس طرح فارغ البال ہو جاتے ہیں کہ فراغت اور بے فکری کے ان دنوں کو مہینوں پر پھیلا لیتے ہیں اور چار پانچ ماہ مکمل بے علمی میں گزار کر بعد میں اپنے لئے بہت سی مشکلات پیدا کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا سا غور کر کے دیکھیں تو بظاہر فراغت اور بے فکری کا یہ عرصہ ان کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہونے کی وجہ سے بڑی فکر مندی کا مطالبہ والا ہے۔ اور آئندہ کی کامیابیوں کا بہت زیادہ دارومدار اسی بات پر ہے کہ وہ ان چند مہینوں کو کتنے بھرپور اور پیداواری طریق پر گزارتے ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ چار پانچ ماہ کا یہ عرصہ کیوں اہم ہے اور اس سے کس طرح بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

☆ کالج کی زندگی کا ابتدائی زمانہ یعنی ایف۔ اے اور ایف۔ ایس۔ سی کا دور کسی بھی طالب علم کی زندگی کا اہم ترین اور فیصلہ کن وقت ہے اور انہی دو سالوں کے نتائج سے (استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر) یہ طے ہو جاتا ہے کہ طالب علم کی آئندہ علمی و عملی زندگی کس نہج پر اور کس طور سے گزرے گی۔ چنانچہ انتہائی ضروری ہے کہ اس اہم دور میں داخل ہونے سے پہلے آپ اس کے نشیب و فراز سے ممکن حد تک آگاہ ہونے کی کوشش کریں۔ کالج کی نئی اور اجنبی دنیا کے بارہ میں بھی معلومات حاصل کرلیں اور اپنے ذہن اور مزاج کا بھی اچھی طرح مطالعہ کرلیں۔ آپ زندگی میں کیا بننا چاہتے ہیں؟ آپ کے اندر کی آواز (جسے صرف آپ ہی بہتر سن سکتے ہیں) کیا ہے؟ آپ اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے کس میدان کو موزوں ترین سمجھتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ' فرصت کے ان دنوں میں ان سوالوں کے جواب ڈھونڈیئے۔ ہو سکے تو اپنے پسندیدہ شعبہ کے اساتذہ اور دوسرے کامیاب لوگوں سے ملنے کی کوشش کریں۔ وہ آپ کو بہتر طور پر بتائیں گے کہ آئندہ سالوں میں متعلقہ شعبہ میں آپ کے لئے کیا امکانات ہوں گے۔

خواب دیکھنا کوئی بری بات نہیں کیونکہ خواب ہوں گے تو تعبیر بھی ہوگی۔ لیکن اپنے خوابوں کی دنیا کو صرف ڈاکٹر' انجینئر یا وکیل وغیرہ تک محدود نہ رکھیں۔ یاد رکھیں کہ آج کی دنیا بہت وسیع اور متنوع امکانات کی حامل دنیا ہے۔ محدود میدانوں کو چھوڑ کر نئے افق تلاش کرنے کی کوشش کریں اور یہ بات ضرور پیش نظر رکھیں کہ آج کے دور میں وہ تعلیم سب سے بہتر ہے جو آپ کے مستقبل کو صرف ملازمت تک محدود نہ کرتی ہو بلکہ خود اختیاری کی منزلوں کی طرف راہنمائی کرے۔ ایک اور بہت اہم بات یہ ہے کہ کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اپنے آپ سے پورا سچ بولیں آپ کو خود آپ سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا۔ اس لئے اگر آپ اپنے اندر کی آواز پر کان دھریں گے اور اپنے آپ سے سچ بولیں گے تو لازماً وہی فیصلہ کریں گے جو آپ کے لئے ہر لحاظ سے بہتر ثابت ہوگا

☆ اس تمام تر غور و فکر کے بعد اگر آپ نے سائنس کے مضامین اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے پھر تو فوراً کمربستہ ہو جائیں۔ آپ کے پاس ایک منٹ بھی فالتو نہیں ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں؟ کہ سائنس پڑھنے والے طلباء کی کتنی محدود تعداد کماحقہ کامیابی حاصل کرپاتی ہے اور خصوصاً میڈیکل اور انجینئرنگ میں داخلہ کے لئے صرف چند طلبہ ہی مطلوبہ نمبر حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے کبھی غور کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ بعض اور وجوہات بھی ہیں مگر اس ناکامی کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ امتحان کے بعد فرصت کے ان چار پانچ مہینوں

کو بیکار گنوا دیا ہے۔ آپ کسی بھی طالب علم کو جس نے ایف۔ ایس۔ سی میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے ہوں پوچھ کر دیکھئے آپ کو ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے ان سنہری دنوں کو بھی ضائع کر دیا ہو اور پھر اعلیٰ کامیابی بھی حاصل کر لی ہو۔ وہ سب آپ کو بتائیں گے کہ ہم نے کالج میں داخلہ لینے سے پہلے کے ان دنوں میں ہر مضمون کے پہلے چار پانچ ابواب اچھی طرح پڑھ لئے تھے۔ یاد رکھیئے کہ آپ کے لئے بھی ایسا کرنا انتہائی اہم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میٹرک تک آپ نے سائنس کے یہ مضامین اردو میں پڑھے ہیں لیکن اب ایف۔ ایس۔ سی میں یہ انگریزی میں پڑھنے ہوں گے۔ انگلش ہی میں استاد سے سننے ہوں گے اور پھر انگلش ہی میں امتحان بھی دینا ہو گا۔ اردو سے انگلش میں ہونے والی یہ اچانک "کایا کلپ" آپ کو انتہائی پریشان کر دے گی۔ اوپر سے کالج کے اجنبی مگر کھلے ماحول کے غیر محسوس سے رعب بلکہ خوف کے باعث ابتدائی ایک دو ماہ آپ کی ذہنی و جسمانی صلاحیتیں بھی کچھ کند سی ہوں گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ چشمہ لگائے اور گاؤن پہنے بڑے تیز قدموں کے ساتھ پروفیسر صاحب کلاس میں داخل ہوا کریں گے۔ بلیک بورڈ پر کچھ لکھا بھی کریں گے کچھ سمجھایا بھی کریں گے مگر آپ کے پلے کچھ نہ پڑے گا۔ آپ اپنی "نئی نکور" قیمتی فائل کو سامنے رکھ کر اسے گھورا کریں گے اور حیران ہوا کریں گے۔

☆ کیا کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا کہ اعلیٰ مقام حاصل کرنے اور کامیاب زندگی گزارنے کی خواہش تو ہر ذی ہوش اور ذی عقل انسان رکھتا ہے مگر اس میں کامیاب بہت کم لوگ ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ جس قدر چاہے تفصیلی تجزیہ کر کے دیکھ لیں یہی ظاہر ہو گا کہ کامیاب اور ناکام ہونے والے لوگوں میں بنیادی فرق مستقل مزاجی کا ہے۔ باقی تمام باتیں اس کے بعد ہیں۔ "دینِ حق" نے بھی انہی کاموں کو پسند فرمایا ہے جن میں میانہ روی ہو اور جو سہولت کے قریب ہوں آنحضرت ﷺ اس کام کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے جو تھوڑا تھوڑا کر کے مگر تسلسل اور تواتر کے ساتھ کیا جائے۔ یقین جانیئے کہ اعتدال اور استقلال کی عادت وہ جادوئی کنجی ہے جس سے آپ بڑی سے بڑی کامیابی کا قفل کھول سکتے ہیں۔ پس فرصت کے ان دنوں میں آپ کامیاب لوگوں کی اس بنیادی اور اہم ترین خوبی کو اپنے اندر پیدا کرنے اور راسخ کرنے کی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آئندہ زندگی میں آپ کو اتنی فراغت اور بے فکری کا دور پھر کبھی نہ مل سکے۔ آپ وقت کی متوازن تقسیم کر کے ایک روٹین کی صورت میں پوری پابندی کے ساتھ اس پر عمل کریں۔ سب سے پہلے پنج وقتہ نماز باجماعت کی عادت ڈالیں۔ دیگر بے شمار برکتوں کے علاوہ اس عادت سے آپ کے تمام کام ایک ترتیب میں آجائیں گے۔ پھر نصاب کے ابتدائی اسباق کے ساتھ ساتھ غیر نصابی علمی و ادبی کتب اور جماعتی رسائل کے مطالعہ کے لئے بھی کچھ وقت مخصوص کریں اور بلاناغہ کچھ نہ کچھ ضرور پڑھیں۔ یہ غیر نصابی مطالعہ نہ صرف آپ کے اعصاب سے نصابی بوجھ اور گھٹن دور کر دے گا بلکہ آپ کے ذہن کی زرخیزی میں بھی حیرت انگیز اضافہ

ہو گا۔ اسی طرح اگر سہولت میسر ہو تو آپ روزانہ صرف ایک گھنٹہ صرف کر کے ان مہینوں میں کئی ایک ہنر سیکھ سکتے ہیں۔ ٹائپ سیکھ لیں یا اگر آپکے شہر میں ادارے موجود ہیں تو اس عرصہ میں کمپیوٹر کا ایک مختصر کورس کرلیں۔ اسی طرح جسمانی ورزش کے کئی کام ہیں تیراکی' کشتی رانی' وغیرہ کی طرف توجہ کریں۔ یاد رکھیں کہ مستقبل کے علمی و عملی بوجھ اٹھانے کے لئے آپ کا جسمانی طور پر مضبوط ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دن نہایت اہم ہیں۔ روزانہ کسی نہ کسی کھیل کی عادت ڈالیں۔ اسی طرح صبح کی سیر کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ اگر آپ نماز فجر سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے اٹھنے اور نماز و تلاوت سے فارغ ہو کر باقاعدہ سیر اور ہلکی دوڑ کی عادت پختہ کرلیں تو نہ صرف دن بھر کے تمام کام انتہائی سہولت اور سبک طبعی سے انجام دے لیں گے بلکہ سحر خیزی کی یہ عادت دوسری بہت سی اچھی عادتوں کی بناء بھی ڈال دے گی۔ الغرض اگر آپ ان دنوں میں علمی و عملی دینی و دنیاوی' ہر قسم کے متنوع کاموں کو میانہ روی' مستقل مزاجی باقاعدگی اور تربیت کے ساتھ انجام دینے کی پختہ عادت ڈال لیں گے تو آئندہ زندگی میں خدا نے چاہا تو نہ کبھی تلخی معمولات کا شکوہ کریں گے اور نہ ہی تنگی وقت کا گلہ رہے گا۔

اور آخر میں پھر وہی بات کہ خواب ضرور دیکھیں۔ اچھی اور کامیاب زندگی کے خواب دیکھنا آپ کا حق بھی ہے اور اس عمر کا تقاضا بھی۔ خواب ہی سے خیال اور پھر خیال سے عمل جنم لیتا ہے۔ حقیقت پسند اور بالغ نظر لوگوں کی طرح خواب اور حقیقت کے فرق کو کبھی فراموش نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ یہ دنیا حقیقی اور عملی ہے خیالی اور اعتباری نہیں اس لئے اس میں خواب کی تعبیر ایک دوسرے خواب سے نہیں بلکہ عمل سے ملتی ہے اور زیاں اور سود کا فیصلہ بھی عمل ہی کی دنیا میں ہوتا ہے۔ پھر آپ تو احمدی نوجوان ہیں جنکا دعوی ہے کہ مستقبل ہمارا ہے۔ بالغ نظری' مستقل مزاجی' محنت اور دعا کے ہتھیار سجا کر نکلیں گے تو مستقبل یقیناً آپ کا ہے۔ مگر

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے میرے اھل وفا سست کبھی گام نہ ہو

بقیہ از صفحہ...... ۲۹

کے لئے ہر سسٹم کو ایک مرکزی کنٹرول روم سے بھی منسلک کردیا گیا ہے۔

واٹر سپلائی

پانی کے لئے زیر زمین اور اوور ہیڈ ٹینکوں کے علاوہ فلٹر پلانٹ بھی ہے۔ بلڈنگ کے تمام باتھ رومز میں گرم اور ٹھنڈا پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ نکاسی آب ملیر ندی میں کی جاتی ہے۔ اس خوبصورت اور دلکش بلڈنگ کو دیکھنے والے اور اس سے استفادہ کرنے والے کی زبان سے اس کی مدح سرائی ضرور سننے میں ملے گی۔

الاعمال بالنیات

نیّت اور عمل

(تحریر: مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب ربوہ)

حضرت امام بخاری اپنی کتاب جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے' میں پہلی حدیث جو لائے ہیں وہ حدیث ہے

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات"

یعنی تمام افعال و اعمال کی بناء نیتوں پر ہے۔ یعنی ہر قسم کے عمل کے پیچھے نیت کار فرما ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس لئے بنیاد بنایا ہے کہ ایمان کی اصل محرک نیت ہے۔ نیت ہی خلوص اور پاکیزگی اور اچھائی ایمان اور روح کی پاکیزگی اور طہارت کا باعث ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے کتاب الایمان میں سب سے پہلے یہ حدیث شریف لا کر اس طرف توجہ دلائی کہ جس طرح اعمال اور نیتوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے اسی طرح ایمان اور نیت کا بھی بنیادی تعلق ہے۔ اگر نیک نیتی سے ایمان کے مطابق اعمال بجالائے جائیں تو یقیناً وہ اچھا پھل لاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر حکمت ارشاد کا عندیہ بھی یہی ہے کہ بلند روحانی مقام کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر کام کے لئے نیت اچھی رکھیں۔ ایک انسان نے دنیا میں رہ کر کچھ نہ کچھ کام تو کرنا ہے۔ جو بھی وہ کرے اگر خدا کی خاطر کرے تو نیک نتائج کا حامل ہوگا۔ اگر بری نیت سے کرے تو اس عمل کا برا پھل ہی کاٹے گا۔ جب کہ نیک خیال اس کے دل کو جلا بخشے گا۔ اس کے دماغ کو روشن کرے گا۔ اس کی روح کو پاکیزگی عطاء کرے گا۔ چنانچہ دل کی پاکیزگی خدا تعالیٰ کے جلوہ کی آماجگاہ بننے کی بنیاد ہوتی ہے اور دل کی صفائی رب کریم کے فضل اور رحم کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے کتاب ایمان میں صفحہ آخر پر ایک باب باندھا ہے کہ باب مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ ھُوَ الْعَمَلُ کہ ایمان ہی دراصل عمل ہے اور عمل کی بنیاد نیت پر ہے۔ اسی لئے ایمان عمل کے ساتھ ہے۔ زبان منہ سے اقرار کرنا ایک ابتدا ہے۔ اسی لئے مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ جو دل سے اقرار کرتا ہے کہ صرف اللہ ہی معبود ہے اور یہ اقرار ارادہ کی صورت میں کرتا ہے کہ اسی ایمان پر کاربند ہو کر عمل کرے۔ پر یہ نیت اور عمل کا ارادہ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتا ہے۔ صرف علمی طور پر یہ معنی لینا کہ زبانی اللہ کی وحدانیت کا اقرار جنت میں داخل کر دیتا ہے درست نہیں کیونکہ نیت اور ارادہ محرک ہے عمل کا اور عمل خدا تعالیٰ کی کشش کا باعث ہے۔ اسی لئے ایک صحابی کے اس سوال میں کہ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یعنی اللہ

اور رسول پر ایمان عمل میں شامل فرمایا کہ اس ایمان کا عملاً اظہار ہی نتائج کا حامل ہوتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں پر ہوتی ہے۔ اس کو خالی اعمال اور بے سود عبادتوں اور کھوٹ ملے مالوں کی ضرورت نہیں۔ وہ تو دلوں کو ان کی نیتوں کے ساتھ پرکھتا ہے۔ جب دل میں مرض ہو۔ اُس کی نیت اچھی نہ ہو۔ اس کے ارادے نیک نہ ہوں۔ رد ہوتا ہے کبھی قبول نہیں ہوتا۔ نیت تو یہ ہونی چاہیئے کہ ہر عمل اور دل کی ہر حرکت گواہی دے کہ اس شخص کا مرنا جینا کھانا پینا سونا جاگنا سب خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ اس کا اپنے لئے تو کچھ بھی نہیں۔ ذاتی اغراض یا حرص و ہوا کا اس کی نیت میں کوئی دخل نہیں۔ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ رحمت اللعالمین کا یہ مبارک ارشاد ہمارے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ ایک نور ہے جو آپ نے ہمیں اصلاح احوال اور انجام سنوارنے کے لئے دیا ہے۔ اگر ہم اس روحانی ترقیات کی کلید کو اپنے پلے باندھ لیں تو یقیناً ہماری دین و دنیا سنور جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک انسان کی نیت کا اس کے عمل کے ساتھ چار طور سے تعلق ہو سکتا ہے۔

اول۔ نیت بھی نیک ہو اور عمل بھی نیک ہو۔ اس کی مثال ہم اس طرح دے سکتے ہیں جیسے ایک شخص عبادت الٰہی کی طرف بلائے جانے کی پکار سنتا ہے اور وہ عبادت کے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے خلوص نیت سے محض للہ عبادت بجالاتا ہے تو اس کی نیت بھی نیک ہوئی اور اس کا عمل بھی نیک ہوا کہ اس نے جیسی اچھی نیت کی ویسا ہی عمل بھی بجالایا۔

دوم۔ دوسرا تعلق نیت اور عمل کا یہ ہے کہ نیت تو اچھی ہو لیکن بظاہر عمل اس کے مطابق نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک شخص عبادت کے اوقات میں اس کی نیت کرتا ہے۔ اس کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ ابھی عبادت کی غرض سے "البیت" کی طرف جانا ہی چاہتا ہے کہ اس کو کسی حادثہ کی اطلاع ملی ہے یا کسی مریض کو ڈاکٹر کو دکھانے لے جانا پڑتا ہے اور کوئی ایسا معاملہ سامنے آجاتا ہے کہ اس کے لئے عبادت کو اس وقت ترک کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ باوجود نیت اور خواہش کے عملی طور پر اس کے قدم عبادت کے لئے "البیت" کو جانے کی بجائے اس سمت کے خلاف اٹھ رہے ہیں۔ چونکہ اس کی نیت نیک ہے۔ اس میں کوئی فتور نہیں البتہ عمل کے اظہار کے لئے ایک مجبوری ہے۔ اس لئے یہ صورت بھی خدا تعالیٰ کے حضور مقبول ہے۔ اللہ کے بندوں کو بعض اوقات اس صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو کہ ان کے روحانی مدارج میں کمی کا باعث نہیں ہوتی کیونکہ ان کے قدم ایک اور فوری نیکی کی طرف اٹھ رہے ہوتے ہیں جو کہ اس وقت ضروری ہے۔

سوم۔ تیسرا تعلق نیت اور عمل کا یہ ہے کہ نیت اچھی نہ ہو لیکن عمل اچھا ہو۔ اس کی مثال بھی ویسی ہی ہے کہ ایک شخص عبادت کے اوقات میں البیت کی طرف جاتا ہے لیکن اس کی نیت یہ ہے کہ لوگ اس کو عبادت کرتا دیکھ کر بزرگ تصور کریں۔ اس کی ظاہری عبادت اور عبادت کے التزام سے دھوکہ کھائیں یا اس کا ارادہ یہ ہے کہ فلاں عبادت گزار کی جاکر بے عزتی کرے یا کسی کی رسوائی کا موجب ہو یا کوئی شرارت کرے۔ عمل تو ایسے شخص کا اچھا ہے کہ البیت

بقیہ صفحہ ۳۷ پر

سنگِ گراں ہے زندگی

(مکرم انعام اللہ خان عابد صاحب۔ جنوبی کوریا)

یہ یقینی امر ہے کہ تندرستی سب سے بڑی نعمت ہے مگر جوانی و تندرستی کی یہ بہار سدا نہیں رہتی بالآخر زندگی کو زوال ضروری ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت یعنی ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ انگریزی زبان کے بلند پایہ ڈرامہ نگار و انشاء پرداز جارج برناڈ شا کا یہ قول ہے کہ "اگر موت نہ ہوتی تو انسان کو ایجاد کرنا پڑتی" یعنی اس ناقص زمینی زندگی کی ایک ضرورت موت بھی ہے جس کا نام سنتے ہی اکثر انسانوں کا پتہ پانی ہونے لگتا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ملک (یعنی میری مراد جاپان) میں اس بات کے جیتے جاگتے ثبوت موجود ہیں وہاں لوگ اپنے بڑی عمر کے پیاروں کی موت کی نہ صرف تمنا کرنے لگتے ہیں بلکہ اکا دکا حالت میں عملاً ان کی موت کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ دوسری صورت میں ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ بوڑھے رشتہ داروں کی خدمت سے تنگ آکر بعض لوگ خودکشی بھی کرلیتے ہیں۔

صاف ستھرا ماحول بہترین طبی سہولت اور جدید سائنسی ایجادوں کی وجہ سے ترقی یافتہ معاشروں میں انسانوں کی اوسط عمر میں بھی اضافہ ہوگیا ہے اور پھر روزگار کے مواقع کی فراوانی نے کم از کم پچاس ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک لوگوں کو غم جہاں سے آزاد کر دیا ہے ان حالات میں جاپانی مرد کی اوسط عمر ۷۶ سال اور اور عورت کی ۸۳ سال ہوگی۔

دوسری طرف خوشحال اور دولت مند معاشروں میں یہ صورت حال نظر آتی ہے کہ جوں جوں لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہاں خاندانی منصوبہ بندی پر سختی سے عمل کرنے کی وجہ سے بچوں کی شرح پیدائش میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ جاپان میں یہ کمی خطرہ کی حد کو چھو رہی ہے۔ وہاں بچوں کی شرح پیدائش کا یہ عالم ہے کہ اوسط دس عورتوں کے ہاں زندگی بھر میں ۱۴ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری طرف نوجوان عورتیں اپنی شادیاں اس خوف اور اندیشے سے ملتوی کرتی جاتی ہیں کہ مبادا شادی کے بعد اپنے بوڑھے سسرالی رشتہ داروں (ساس و سسر) وغیرہ کی خدمت کرنا پڑے گی۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب جاپان کے کارخانوں اور ورکشاپ وغیرہ میں اکثر بڑی عمر کے کارکن نظر آئیں گے۔ جاپان میں بڑی عمر کے لوگ اب ایک بوجھ سمجھے جاتے ہیں۔ وہاں بھی مشرقی روایات کے مطابق لوگ بوڑھے والدین کی خدمت کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن اب مشینی دور میں وہاں احساسات مروت کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت ۶ عدد تنخواہ دار کارکنوں پر ایک پنشنر کا بوجھ ہے۔ اگر یہی شب روز رہے تو افراد اور اداروں پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھتا جائے گا اور یہ چیز مستقبل میں اقتصادی ترقی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ نومبر ۹۴ء میں وزیراعظم تومیچی نے پارلیمنٹ سے ایک بل منظور کرا لیا جس کی رو سے تنخواہ داروں کو اب ساٹھ سال کی بجائے ۶۵ سال کی عمر میں پنشن ملا کرے گی۔ دوسری طرف اُس بل کا مقصد جاپان میں کام کرنے والے ہاتھوں کی قلت

دور کرنا ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کے لئے زندگی وبال جان بنی ہوئی ہے کچھ سالوں بعد بڑی عمر کے لوگوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی سے "جاپان بوڑھا ہو گیا" کی مثال منظر عام پر آ رہی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد و سائل میں اضافہ کی وجہ سے حکومت جاپان نے ان کی بہبود کے لئے ایک دس سال منصوبہ کا سن ۹۰ء میں اعلان کیا جس پر ۶۱ ارب ڈالر خرچ کئے جائیں گے۔ اس وقت بوڑھے لوگوں کے لئے نو ہزار سے کچھ زیادہ پبلک نرسنگ ہومز ہیں۔ اس میں مزید ۲۵ فی صد اضافہ کا منصوبہ ہے۔ دنیا کا یہ ترقی یافتہ معاشرہ اپنے بوڑھوں کے آرام پر اربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود انہیں درد سر محسوس کرتا ہے۔ اس دور میں رب العزت نے دنیا کے اس ترقی یافتہ معاشرے کے لوگوں کی عمریں بڑھا کر "وفات مسیح" کو ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ وہاں بڑی عمر کے بزرگ ہر آسائش ملنے پر بھی اپنی درازی عمر کو وبال جان سمجھتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے اکثر فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر جوانی اور جسمانی حالت میں زندہ بیٹھے ہیں اور ابھی تک بوڑھے نہیں ہوئے اس حساب سے سائنس کے مطابق ان پر زندگی کی تعریف چسپاں نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ زندگی کے لئے جہاں عمل تنفس، عمل اخراج، نشوو نما خوراک وغیرہ کی ضرورت ہے۔ وہاں اس زمینی زندگی پر ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی امر یقینی ہے۔ اسی وجہ سے بوڑھاپن آتا ہے اور زندگی اختتام کو پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب عیسائیت میں بھی اکثر فرقے وفات مسیح کے قائل ہیں۔ میرے ایک عیسائی دوست کہتے ہیں

"اوری بکسانیم کو جی مل سارام عیسی نیم چوگا سے اوتھاشی اناوااے او" ترجمہ:۔ کہ پادری جھوٹے لوگ ہیں حضرت عیسیٰ وفات پاچکے ہیں وہ دوبارہ نہیں آئیں گے"

وہ مزید کہتے ہیں کہ "کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اوپر جاکر اکیلے پن و درازی عمر کی سزا دی ہے؟ یہ ممکن نہیں

اسی طرح وفات مسیح کو قرآن پاک، تاریخ، جدید سائنس اور پھر اس دور کے جدید معاشرہ کی درازی عمر نے بھی ثابت کر دیا ہے کیونکہ لمبی عمر والے اپنی زندگی کو سنگ گراں کی مانند سمجھتے ہیں۔

بقیہ از صفحہ......۳۵

کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور عبادت والوں میں شامل ہونے جارہا ہے لیکن اس کی نیت اچھی نہیں کیونکہ وہاں خرابی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ ظاہری عمل کو نہیں دیکھتا۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے دربار سے دھتکارا جاتا ہے اور منافق کہلاتا ہے۔ جس کا مقام جہنم کے سب سے نچلے درجہ پر ہے۔

چہارم۔ چوتھا تعلق نیت اور عمل کا یہ ہے کہ کسی شخص کی کسی نیک کام کے لئے نیت بھی بری ہو اور اس کا عمل بھی برائی کی غمازی کر رہا ہو۔ جیسے کوئی شخص اللہ کی عبادت کو اچھا نہیں جانتا یا خدا کا منکر ہو کر عبادت کی نیت نہیں کرتا بلکہ عملاً عبادت والوں کی مخالفت کرتا ہے۔ ان کو عبادت سے روکتا ہے۔ عبادت گاہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ عبادت کرنے والوں پر حملہ کر دیتا ہے۔ ان پر ہتھیار اٹھالیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا شخص اپنی نیت اور عمل سے ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ مذہب کا دشمن اور رب العالمین کے واضح احکامات کو ٹھکرانے والا ہے۔ اس لئے وہ کفر کے زمرے میں آجاتا ہے۔

پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر حکمت اور مبارک ارشاد کے مطابق نیک نیتی کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی توفیق بخشے اور انجام بخیر کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

۳۹ویں سالانہ تربیتی کلاس

مسعود احمد سلیمان - ناظم اعلیٰ تربیتی کلاس

مورخہ ۲۴- اپریل ۹۵ء کو اس کا باقاعدہ افتتاح محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور کی زیر صدارت شام ساڑھے سات بجے ایک پر وقار تقریب سے ہوا۔

دوران کلاس طلباء کی روزانہ کی مصروفیات کا ایک مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے۔

روزانہ صبح ۳:۳۰ بجے منتظمین طلباء کو جگاتے اور عبادات کے بعد اجتماعی ورزش کروائی جاتی جس کے بعد طلباء ناشتے کے لئے دار الضیافت جاتے۔

تدریس کا باقاعدہ آغاز صبح ۷.۳۰ بجے ہوتا جو تیس منٹ کے وقفہ کے سوا ۱۲.۳۰ تک جاری رہتا۔ جس میں کلام الٰہی ناظرہ، باترجمہ، حدیث، فقہ، کلام اور عربی بول چال کے علاوہ طلباء کو مشق تقاریر بھی کروائی جاتی، اس کے علاوہ روزانہ دو مہتمم صاحبان مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اپنے شعبوں کا تعارف کرواتے۔ نیز ایک پیریڈ علمی لیکچر کا ہوتا۔ جس میں ماہرین تشریف لا کر جنرل نالج، ابتدائی طبی امداد و دیگر موضوعات پر خطاب فرماتے۔

دوپہر کو آرام کے لئے وقفہ ہوتا۔ جس کے بعد روزانہ ایک عالم سلسلہ طلباء سے خطاب فرماتے۔ اور قیمتی نصائح سے نوازتے۔ اس کے بعد طلباء کھیل یا سومنگ کے لئے جاتے۔ مغرب بیت المبارک میں ادا کی جاتی اس کے علاوہ تمام عبادات "ایوان محمود" میں باجماعت ادا کی جاتیں۔ عشاء کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کے پروگرام ملاقات و مجالس سوال و جواب کی ویڈیوز دکھائی جاتی رہیں جن میں طلباء نے بہت دلچسپی لی۔

طلباء کی رہائش کا انتظام احاطہ "ایوان محمود" میں کیا گیا تھا۔ طلباء کو انتظامی سہولت کی خاطر مختلف احزاب میں تقسیم کیا گیا اور ہر حزب پر ایک سائق مقرر تھا۔ کل ۱۲ سائقین نے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ نیز بعض طلباء کو انتظامی طور پر ٹرینڈ کرنے کے لئے بطور معاون خدمت کا موقعہ دیا گیا۔ جو انہوں نے احسن رنگ میں ادا کیا۔

طلباء میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اگرچہ متنوع پروگرام مرتب کئے گئے تھے مگر ۴- مئی کا دن خاص طور پر عملی پروگرام طور پر منایا گیا۔ جس میں طلباء ہیکووالی نہر پر پکنک منانے کے لئے گئے۔ جہاں نہر میں نہانے، مختلف خاکے، ڈرامے اور مزاحیہ پروگرام سے طلباء بہت لطف اندوز ہوئے۔ اس کے علاوہ بعض ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔ جمعہ کے روز تدریس کی بجائے طلباء کو گروپ وائز ربوہ کی اہم جگہوں کی سیر کروائی گئی۔ ہر گروپ کے ساتھ تفصیلی تعارف کے لئے ایک گائیڈ تھا۔ سیر اور پکنک کے حوالے سے مضمون نویسی کا مقابلہ بھی ہوا جس

میں ۸۰ طلباء نے حصہ لیا۔
طلباء وقار عمل کے ذریعے اپنی رہائش گاہوں اور اپنے سامان وغیرہ کی خود صفائی کرتے۔ دوران کلاس اجتماعی وقار عمل بھی ہوئے دوران کلاس طلباء کی سہولت کے لئے ایک سٹال بھی لگایا گیا۔ جس میں چائے، کولڈ ڈرنک اور ریفرشمنٹ کا سامان طلباء کے لئے بازار سے بارعایت مہیا کیا گیا تھا۔ بیمار طلباء کے لئے، ہومیو پیتھی اور ایلو پیتھی ادویات بھی فراہم کی گئی تھیں۔ اس کے لئے الگ دفتر طبی امداد کا بنایا گیا۔ جو خدا کے فضل سے بڑی مستعدی کے ساتھ جاری رہا۔ جس میں فضل عمر ہسپتال کے ڈاکٹر صاحبان تشریف لاکر طلباء کی خدمت کرتے رہے۔ اسی طرح طلباء کی سہولت کے لئے نقدی اور قیمتی اشیاء جمع کروانے کے لئے امانت رقوم کا دفتر بھی کھولا گیا۔ جس سے طلباء نے خوب استفادہ کیا۔
طلباء کی علمی صلاحیتیں ابھارنے کے لئے تقریر اور بیت بازی کے دلچسپ مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔ مورخہ ۶۔ مئی کو نہایت دلچسپ پروگرام مجلس سوال و جواب کا اہتمام کیا گیا۔
جس میں طلباء کے سوالات کے جوابات جید علماء کرام نے دیئے۔ کلاس کے آخر پر طلباء کا امتحان ہوا جس میں ۳۲۰ طلباء شامل ہوئے اور ۲۲۵ طلباء کامیاب ہوئے۔ امتحان میں پاس ہونے والے طلباء کو اسناد کامیابی دی گئیں۔ اس کے ساتھ تمام شرکت کرنے والے طلباء کو اسناد شرکت بھی دی گئیں۔ کلاس کے اختتام پر ایک سروے فارم بھی طلباء سے پر کروایا گیا۔ جس میں طلباء نے تربیتی کلاس کے بارے میں اپنی آراء اور قیمتی تجاویز کا ذکر کیا۔
دوران کلاس خدا تعالیٰ کے فضل سے طلباء نے غیر معمولی اطاعت اور تعاون علی البر کا عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کو دعائیہ خطوط لکھے۔ جب صدقات کی تحریک کی گئی تو دل کھول کر صدقات دیئے۔ اور ہر پروگرام میں ذوق و شوق سے شامل ہوئے۔ خاص طور پر عبادات میں باقاعدگی۔ سچائی کی عادت، مجاہدانہ زندگی بشاشت سے اپنانا، امامت سے زندہ تعلق، دعوت الی اللہ اور دعاؤں میں وقت صرف کرنے کا عملی سبق طلبا نے بڑے شوق سے حاصل کیا۔ امید ہے آئندہ بھی وہ ان اوصاف کو حرز جان بنائیں گے۔
کلاس کی اختتامی تقریب مورخہ ۷۔ مئی ۱۹۹۵ء کو صبح ۸ بجے ہوئی۔ محترم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد برائے دعوت الی اللہ مہمان خصوصی تھے۔ عہد، نظم کے بعد تربیتی کلاس کی رپورٹ پیش کی گئی۔ بعد ازاں مہمان خصوصی نے امتیاز حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔ اور ایک موثر اختتامی خطاب سے نوازا۔ اس پر وقار تقریب کے ساتھ ہی یہ ۳۹ ویں سالانہ تربیتی کلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔
اس کلاس کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے۔ کہ مورخہ ۵۔ مئی بروز جمعۃ المبارک حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے براہ راست نشر ہونے والے خطبہ جمعہ میں اس کا ذکر فرمایا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کلاس کو ہر لحاظ سے مبارک فرمائے اور اس کی انتظامیہ اساتذہ کرام اور تمام کارکنان کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین)

دعوت الی اللہ ایک اہم فرض ہے

اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننا ہے تو دعوت الی اللہ کریں

"اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بننا ہے تو پھر دعوتِ الی اللہ ہر ایک پر ضرور فرض ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی ساتھی شمار ہوں گے جو خدا کی راہ میں کھیتی اُگائیں گے اور پھر اس کی پرورش خود کریں گے یہاں تک کہ وہ کھیتی توانا ہو جائے۔ لہٰذا ہر وہ احمدی جو کسی بھی جگہ دعوتِ الی اللہ کا کام کرتا ہے اس کا کلام اللہ میں ذکر موجود ہے۔ اس لیے اگر خدا کی بیان کردہ تعریف کی رُو سے آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بنتے ہیں تو آپ کو لازماً خدا کی راہ میں کھیتی اُگانی ہو گی اور نئے نئے روحانی وجود پیدا کرنے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ نومبر ۱۹۸۷ء)

Monthly **Khalid** Rabwah

REGD. NO. L5830 | Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz | JULY 1995

سائقین اُنتالیسویں (۳۹) سالانہ مرکزی تربیتی کلاس (مئی ۱۹۹۵ء) مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ——
محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان
ناظم اعلیٰ تربیتی کلاس کے ہمراہ ——